آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۷ ۔ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۱)

چندہ سالانہ عہ

[illegible] ماہوار

مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۶ھ

فہرست مضامین

(ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے)

اعلیحضرت خلیفۃ المسیح اولؓ حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی مجرب المجرب ادویہ

ہم نے ناظرین کی خاطر اپنے استاذی المکرم کے تمام عمر کے مجربات بطور ہدیہ کے رکھ دیئے ہیں۔ آپ نے بے شک مجرب ادویہ دیکھی ہونگی۔ مگر لاثانی وجود کی ایجاد بھی لاثانی ہوتی ہے۔ جیسے فن طب میں بے مثل تھے ویسے ہی آپکے تیر بہدف ادویہ بے مثل ہیں ٭

حب اکسیر جنین یہ گولیاں آپکی تمام عمر کی مجرب المجرب ہیں انکے استعمال سے خاص فضل ربی سے کئی بھرے ہوئے ہیں۔ جوکہ اسقاط حمل یعنی اٹھرا کی بیماری کی وجہ سے ویران تھے جنکی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر دل کو پاش پاش کردیتی تھی۔ یا قبل از وقت حمل ضائع ہوجاتے تھے یا کچھ دن پیدا ہونیکے بعد زندہ رہکر فوت ہوجایا کرتے تھے اور والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے ناامید و مایوس ہوچکے تھے۔ اب وہ گھران گولیوں کے استعمال سے بفضلہ تعالیٰ بھرے ہوئے ہیں۔ قیمت فی تولہ عمہ

حب اکسیر بواسیر خونی کیسا ہی خون کیوں نہ جاتا ہو۔ انکے استعمال سے بند ہوجاتا ہے۔ اور دیر تک استعمال کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ کلی نجات ہوگی۔ قیمت ۲۴ گولی عہ

حب جاوید ضعف دل و دماغ۔ جگر۔ جسم میں سستی کاہلی۔ چہرہ بے رونق۔ بدن نحیف آنکھیں زرد۔ معدہ میں فتور آگیا۔ غذا ہضم نہیں ہوتی۔ بیٹھکر اٹھنے سے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرا گیا۔ ان اصحاب کے لیئے حب جاوید کا استعمال کرنا تندرستی کا بیمہ کرنا ہے۔ اور کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لانا انکا فرض ہے۔ قیمت ۵۴ گولیاں۔ صرف عمہ

طحال پرانی سے پرانی طحال یعنی ماپخہ کیوں نہ ہو ۲۴ روز کے استعمال سے انشاء اللہ آرام آجاتا ہے ۲۴ عدد گولیاں ۸/ عہ

مرہم پھوڑے پھنسی۔ پرانے سے پرانے زخم گندے سے گندے بلکہ ناسور تک بھی اسکے استعمال سے بالکل اچھے ہوجاتے ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ عہ

تریاق معدی کمزوری معدہ۔ ضعف ہضم۔ پیٹ کا پھولنا۔ نفاخ۔ قے۔ متلی۔ بدہضمی ترش ڈکار۔ معدہ کی خرابی سے بے ترتیبی پاخانہ۔ اسہال۔ غذا کا ہضم نہ ہونا۔ ان امراض کیلئے ہے قیمت شیشی عمہ

سرمہ نور کمزوری نظر۔ دھند۔ جالا۔ قریب کی نظر۔ پڑوال۔ پھولا۔ ناخونہ۔ لیب اور رطوبت کا جاری رہنا۔ آنسوؤں کا آنا۔ ان امراض میں آپکا نہایت مجرب المجرب سرمہ ہے۔ قیمت ۶ ماشہ صرف ۸/عمہ

ملنے کا پتہ:- نظام جان۔ عبدالرحمن کاغانی۔ قادیان ضلع گورداسپور

قولِ فیصل :۔ آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ ہے جسمیں محسنی حضرت حکیم حاجی مولوی فضل الدین صاحب مرحوم بھیروی ثم قادیانی کا ایک خط شائع کیا گیا جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بدر میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت حکیم صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مخلصین میں سے تھے جو ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تھے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا نمونہ تھے اور زمانہ دراز حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہے۔ اس خط سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے مخلصین کا جو گویا مدت العمر حضرتؑ کی صحبت میں رہے حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور مسئلہ کفر و اسلام کی نسبت کیا عقیدہ تھا۔

ایک طالب حق کے لیئے یہی خط کافی ہے۔ ملنے کا پتہ :۔ محمد عنایت اللہ بدوملہوی۔ قادیان

راستبازوں کی پہچان :۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے۔ راستبازوں کی پہچان کے بیس نشان ہیں جن کو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ پر چسپان کر کے آپکی صداقت کا ثبوت دیا ہے۔ قیمت ۔ر

ملنے کا پتہ :۔ محمد عنایت اللہ بدوملہوی۔ قادیان۔ دار الامان۔

لبابِ احمدیت :۔ مصنفہ ماسٹر احمد حسین صاحب تاجر کتب قادیان۔ یہ ایک مختصر عام فہم تبلیغی رسالہ ہے۔ جو لوگ عالمانہ یا ضخیم کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے خاصکر انکو اور نیز مبلغوں کو اس رسالہ سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ ذی مقدرت احباب کو چاہیئے کہ اکٹھے منگا کر مفت شائع کریں۔ قیمت ار یکشمت خریدنے والوں کے لیئے رعایت ہے۔ یعنی ایک روپیہ کی بیس کاپی۔ مصنف سے مل سکتی ہے ؁

ملفوظات احمد :۔ اللہ تعالیٰ بابو عبد الحمید صاحب اڈیٹر لاہور کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی سنہ ۱۹۰۱ء کی ڈائری الحکم سے جمع کر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کی ہے۔ پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ قیمت ۵ر ملنے کا پتہ :۔ منشی فخر الدین صاحب۔ مالک احمدیہ بک ایجنسی۔ قادیان

ڈاکٹر کی ہدایت

نوبتی بخار۔ سخت زکام اور ہلکی قسم کی طاعون کیلیئے **باٹلی والا کا ایگیو مکسچر** بڑی بوتل یا بخار کی گولیاں قیمت عہ ر **باٹلی والا کا بلٹرت**۔ بچوں اور کمزور اشخاص کے لیئے مقوی ہے۔ قیمت عہ ر **باٹلی والا کی اصلی کونین کی ٹکیاں** ایک اور دو گرین کی گولیوں کی بوتل **باٹلی والا کا ایگیو مکسچر** چھوٹی بوتل قیمت ۸ر **کالرا پل**۔ ہیضہ دستوں اور قے کے واسطے قیمت عہ ر **دانتوں کا منجن** قیمت ۴ر **مقوی گولیاں**۔ زرد اور کمزور اعصاب کے لیئے قیمت عہ ر **داد کا مرہم**۔ داد اور خارش کے لیئے قیمت ۴ر یہ ادویہ ہندوستان میں سب جگہ فروخت ہوتی ہیں۔ نیز ڈاکٹر ایچ۔ ایل۔ باٹلی والا اینڈ سنز ورلی کلو لیٹڈ لی بمبئی سے مل سکتی ہیں ؁

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۴۷

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر بلا محصول ڈاک کے بھیجی جاتی ہے



تندرستی کی کنجی

آدمی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر مین رہتے ہین۔ لوگ اپنی من مانی جس کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہین دولتمند گھی، دودھ، میوہ وغیرہ کھاتے ہین اور قیمتی دوا تلاش کرتے ہین غریب کم خرچ۔ جڑی بوٹی اور چٹکلے کی کھوج مین رہتے ہین جاڑے کے موسم مین چونکہ مقویات کا کھانا نہایت مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موسم مین ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جسمین نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ لیاقت سے باہر خرچ ہے۔ وہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی گولیان

ہین۔ آپ بھی آزمایش کر کے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہین اور نیا خون پیدا کرتی ہین۔ جوانی مین بے اعتدالیون کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جب جوانی مین بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ یہ سب شکایتین دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہین قیمت ۳۰ گولیون کی شیشی ۱ [illegible]

ریویو
اخبار نیر اعظم مراد آباد
مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء
مقوی باہ گولیان
[illegible]

ریویو رسالہ بزم سخن گنج
رسالہ بزم سخن ۱۹۱۶ء
بابت ماہ مارچ
جناب ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کی
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تصدیقُ المسیح (علیہ السلام)

تمام حمد و ستائش اُس ذات واحد کیلئے ہے۔ جس نے ہم کو اسلام جیسا کامل مذہب عطا فرمایا۔ اور پھر اسکی حفاظت کا بھی خود ہی بیڑا اُٹھایا جیسا کہ فرمایا:۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (پارہ ۶ رکوع ۵) انا نحن نزّلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ (پارہ ۱۴ رکوع ۱) "آج ہم نے تمھارے لیئے تمھارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا۔ تحقیق ہم ہی نے قرآن شریف اُتارا ہے۔ اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے" یہ حفاظت کا وعدہ اور کسی کتاب کے ساتھ نہیں ہُوا۔ جسکی وجہ یہ نہیں کہ اور کتابیں خدا کی طرف سے نہ تھیں۔ بلکہ چونکہ قرآن شریف سے پہلے جسقدر کتابیں نازل ہوئیں۔ وہ قیود زمانی اور مکانی کے ساتھ مقیّد تھیں۔ اور ساری دنیا اور قیامت تک کیلئے نہیں تھیں۔ اسلیئے اُن کے ساتھ ایسا وعدہ نہیں ہُوا۔ لیکن قرآن شریف بوجہ ایک کامل اور اکمل شریعت ہونیکے ان قیود سے آزاد ہے۔ اس لیئے اسکی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ تا اس کے چشمہ کے خالص پانی سے دنیا قیامت تک سیراب ہوتی رہے۔ لیکن یہ حفاظت دو۲ طرح کی ہے۔ اوّل لفظی حفاظت۔ اور دوسرے معنوی حفاظت۔ یعنی ایک تو حفاظت کا یہ پہلو ہے۔ کہ قرآن شریف کے الفاظ کی حفاظت ہو۔ یعنی جس صورت میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اُسی صورت میں وہ پُورا کا پورا محفوظ رہے۔ دوسری قسم حفاظت کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے صحیح معانی دنیا میں موجود رہیں۔ کیونکہ اگر لفظی طور پر ہی قرآن شریف کی حفاظت ہو۔ اور معنوی حفاظت کا کوئی انتظام نہ ہو۔ تو پھر عملی طور پر قرآن شریف کا موجود رہنا یا نہ ہونا برابر ٹھیرتا ہے۔ اسی لیئے خداوند قدوس نے نفظِ حفاظت کو مطلق رکھ کر

ہر ایک قسم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ؛

لفظی حفاظت کی بحث میں تو ہم کو پڑنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ خود مخالفین بھی اسے قبول کرتے ہیں۔ یعنی تمام دنیا مانتی ہے۔ کہ موجودہ قرآن بغیر تبدیلی زیر وزبر کے وہی ہے۔ جو تیرہ سو (۱۳۰۰) سال ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ہاں اسجگہ ہم کو دیکھنا یہ ہے۔ کہ معنوی حفاظت کیلئے کیا سامان کیا گیا ہے۔ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اُمتِ محمدیہ میں مجدّدین کا سلسلہ

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (ابوداؤد) یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس اُمت کے لئے کسی مجدّد کو کھڑا کریگا۔ جو اسکے دین کی تجدید کیا کریگا۔ اور ان غلطیوں کو نکالا کریگا۔ جو لوگوں کے عقاید وغیرہ میں آگئی ہونگی۔ یہ مجدّدین بطور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی خلفاء کے ہونگے۔ اور آپکی گدی پر بیٹھکر اصلاح کا کام کرینگے چنانچہ مشاہدہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وعدہ کے موافق اسلام میں ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ جنکے ذریعہ قرآن شریف کے علم اور اصل مقصد اور تعلیم کا حسب ضرورتِ زمانہ انکشاف ہوتا رہا ہے۔ مگر نبی کریمؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں غیر معمولی طور پر سخت فتنہ کا ظہور ہوگا۔ اور صحیح علم مفقود ہو جائیگا۔ اور قرآن شریف کی تعلیم لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائیگی۔ اور ایمان دنیا سے اٹھ جائیگا۔ اور صلیبی مذہب بہت زور پکڑ لیگا۔ اور اسلام چاروں طرف سے مصائب کے اندر گھر جائیگا۔ اور مسلمانوں کا یہ حال ہوگا۔ کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ اور مختلف قسم کی اعتقادی اور عملی غلطیوں میں مبتلا ہو جاینگے۔ اور خود علماء جنکا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ لوگوں کو ہدایت دیں۔ اشر الناس بنجائینگے۔ اور اُنکی عملی حالت سخت ابتر ہو جائیگی۔ ایسے فتنہ کے وقت میں معمولی مجدّد کا کام نہ ہوگا۔ کہ اصلاح کا بیڑا اُٹھائے۔ بلکہ خدا کا نبی مسیح اور مہدی ظاہر ہوگا۔ جو صلیبی مذہب کے زور کو توڑ دیگا۔ اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا۔ چنانچہ آپنے فرمایا :-

نزولِ مسیح ومہدی

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم

ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب (بخاری)

یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ قریب ہے۔ کہ نازل ہوگا۔ تم میں ابن مریم حکم اور عدل۔ پس صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کریگا۔ اور جنگ کو موقوف کریگا۔" اسی قسم کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی معہودؑ کے متعلق بھی استعمال کیئے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی آیات اور احادیث ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح اور مہدی کا ظہور ہوگا۔ جو ایک مجدّد اعظم ہوگا ؈

علاماتِ زمانہ مسیح موعود و مہدیؑ

اسکے متعلّق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بعض نشانیاں بھی بتائی ہیں۔ جن سے مسیح موعودؑ کے زمانہ کی تعیین ہوتی ہے۔ اوّل تو یہی کہ وہ سخت فتنہ کا زمانہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کی علمی اور اعتقادی حالت بہت ابتر ہوگی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا جب مسلمانوں کی حالت ایسی خراب ہو۔ جو اس زمانہ میں ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے۔ جسپر ہم کو دلیل لانیکی ضرورت نہیں۔ اعمال میں سُست ہونے کے علاوہ اعتقادات میں وہ اندھیر مچ رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کے بہتّر ۷۲ فرقے ہو رہے ہے۔ جو ایک دوسرے سے عقاید میں سخت مخالف ہیں۔ اور تو اور خود ذات باری تعالیٰ کی صفات کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے۔ پھر ایمان کا یہ حال ہے۔ کہ پچانوے فیصدی ایسے ہونگے۔ جنکے دلوں سے ایمان کُلّی طور پر پرواز کر چکا ہے۔ اور وہ مُنہ سے تو اقرار کرتے ہیں۔ کہ خدا ہے۔ مگر دراصل خدا کے منکر ہیں۔ اور در پردہ دہریّت کا شکار ہو چکے ہیں۔ صرف اعتقادی طور پر کہتے ہیں۔ کہ خدا ہے۔ لیکن ذرا کرید کر پوچھو۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے، کہ وہ خدا کی ذات کے متعلّق سینکڑوں شبہات میں مبتلا ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلّق بھی ان کا ایمان کسی مستحکم چٹان پر قائم نہیں۔ بلکہ ذرا سی حرکت سے تزلزل میں پڑ جاتا ہے۔ بعث بعد الموت۔ جزا سزا۔ اور فرشتوں کا وجود تو بالکل وہمی قرار دیا گیا ہے ؞

پھر عبادت کی وہ راہیں جنپر قدم مارنے سے پہلوں نے خدا کے دربار تک رسائی حاصل کی تھی حقارت اور استخفاف کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ شرک جسکے خلاف سارا قرآن بھرا پڑا ہے مسلمانوں کی حرکات و سکنات سے کھلے طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔ روپے سے محبت کیجاتی ہے۔ اور اسپر وہ بھروسہ

کیا جاتا ہے۔ جو خود ذات باری تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ قبروں پر جاکر سجدے کیئے جاتے ہیں۔ شرابخوری ۔ زناکاری اور قماربازی کا میدان گرم ہے۔ سُود جسکے متعلق کہا گیا کہ اسکے لینے اور دینے والا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنیکو تیار ہو جاوے۔ شیر مادر کی طرح سمجھا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تمام سلطنتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اور جو رہی سہی باقی ہیں۔ وہ اسلام کے لیئے بجائے فخر ہونا درکنار اس کے لیئے جائے عار ہو رہی ہیں۔ ادھر اسلام کا وجود خود بیرونی حملوں کا اسقدر شکار ہو رہا ہے۔ کہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بس یہ آج بھی نہیں۔ اور کل بھی نہیں۔ نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کیئے جاتے ہیں۔ آپکی ازواج مطہرات کو مختلف قسم کے الزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور اسلامی تعلیم کو ایک بدنما شکل میں پیش کر کے اسپر ٹھٹھا اور ہنسی کیجاتی ہے۔ صلیبی مذہب اپنے زور پر ہے۔ اور دہریت اپنے آپکو ایک خوبصورت شکل میں پیش کر رہی ہے۔ غرض اسلام کی کشتی ایک ایسی طوفان بے تمیزی کے اندر گھر رہی ہے۔ کہ جب تک خدا کا ہاتھ اسکے بچانے کے لیئے نہ بڑھے۔ اس کا کنارے پر پُہنچنا ناممکنات میں سے ہے۔ علما جن کا فرض تھا کہ ایسے وقت اسلام کی مدد کے لیئے کھڑے ہوتے۔ خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ خود ہزاروں بیماریوں میں مُبتلا ہیں۔ اور ان کے ایمانوں کیحالت بھی ایسی ابتر ہو چکی ہے کہ الامان۔ چند پیسوں پر ایمان فروشی کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام حالات پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ یہی وہ زمانہ ہے۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ڈرایا۔ اور یہی وہ وقت ہے۔ جسمیں اسلام کے عظیم الشان مجدد۔ مسیح اور مہدی کی آمد مقدر ہے کیونکہ اگر ایسی اشد ضرورت کے وقت بھی اللہ کی طرف سے کوئی ظاہر نہ ہو۔ تو پھر نعوذ باللہ وہ وعدہ الٰہی غلط ٹھیرتا ہے۔ کہ میں قرآن اور اسلام کی حفاظت کروں گا۔ اور دین کی خدمت اور تجدید کے لیئے خلفاء اور مجددین کو کھڑا کرتا رہوں گا۔ پھر اور نشانیاں بھی جو آخری زمانہ کے متعلق بتائی گئیں۔ وہ پوری ہو چکی ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں فرمایا۔ واذا العشار عطّلت (پارہ ۳۰ سورۃ التکویر) یعنی آخری زمانہ میں (جو مسیح و مہدیؑ کا زمانہ ہے) اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی۔ اور انپر سفر نہ کیا جائیگا اب ظاہر ہے کہ ریل کے جاری ہونے سے یہ نشانی کمال صفائی کے ساتھ پُوری ہو چکی ہے۔ اور خود ملک عرب میں بھی ریل جاری ہو جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو رہی ہیں۔ اسی علامت کی تشریح

میں نبی کریمؐ نے فرمایا:- ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا- یعنی اونٹنیاں چھوڑ دیجائینگی- اور انکے ذریعہ سفر نہ کیا جاویگا ؂

پھر قرآن شریف فرماتا ہے:- واذا الصحف نشرت (پارہ ۳۰ سورۃ التکویر) یعنی کتابوں اور رسالوں وغیرہ کی بکثرت اشاعت ہوگی- دیکھ لیجئے- یہ نشانی بھی چھاپہ خانوں کی ایجاد سے کس صفائی کے ساتھ پوری ہو چکی ہے- پہلے زمانہ میں صرف قلمی نسخے ہوتے تھے- اسی وجہ سے لاکھوں لوگ ایسے ہوتے تھے جو احادیث کی کتابوں کو دیکھنے کے لیئے ترستے تھے- گر میسر نہ آتا تھا- لیکن آج گھر گھر کتابیں موجود ہیں- غرض جسقدر اس زمانہ میں کثرت اشاعت کتابوں وغیرہ کی ہوئی ہے- اسکے بیان کی ضرورت نہیں ؂

پھر قرآن شریف میں آتا ہے:- واذا البحار فجرت (پارہ ۳۰- سورۃ الانفطار) یعنی دریا پھاڑے جائینگے- اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دریاؤں کو پھاڑ پھاڑ کر اس کثرت کے ساتھ نہریں وغیرہ جاری کی گئی ہیں- کہ خود دریا خشک ہوئے جاتے ہیں ؂

پھر فرمایا:- واذا النفوس زوّجت (پارہ ۳۰- سورۃ التکویر) یعنی لوگ آپس میں ملا دیئے جاوینگے- یہ علامت بھی ریل اور جہازوں اور پھر ہوائی جہازوں اور تار اور ڈاک کے نکلنے سے اس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی ہے کہ حاجت بیان نہیں- پہلے زمانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا نہایت دشوار ہوتا تھا- جسکی وجہ سے ہر ایک بستی دوسری بستیوں سے الگ رہتی تھی- لیکن اس زمانہ میں ساری دنیا ایک بستی کی طرح ہوگئی ہے- سبحان اللہ خدا اور اُسکے رسولؐ کے مُنہ کی باتیں کس صفائی کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں ؂

پھر یہ تو ہم لکھ ہی آئے ہیں- کہ نبی کریمؐ نے فرمایا- کہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کی اصلاح کیلیئے ہر صدی کے سر پر مجدّد بھیجا کریگا- اور یہ بھی اہل سُنّت کا متفق علیہ مسئلہ ہے- کہ مسیح موعودؑ اس اُمّت کا عظیم الشان مصلح ہے- جو آخری زمانہ میں سخت فتنوں کے وقت میں ظاہر ہوگا- چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ موعود فتنے ظاہر ہوگئے- تو اب ماننا پڑیگا- کہ اسی یعنی چودھویں (14) صدی کے سر پر مسیح موعودؑ کو آنا چاہیئے ؂

پھر حدیث میں آتا ہے:- ان لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات

والارض۔ ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ (دارقطنی) یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو۲ نشان ہیں۔ اور جب سے کہ زمین اور آسمان خدا نے پیدا کئے یہ نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ انمیں سے ایک یہ ہے۔ کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں چاند کا گرہن اسکی اوّل رات میں ہوگا۔ (یعنی تیرھویں تاریخ میں۔ کیونکہ چاند کے گرہن کے لئے خداوند تعالیٰ نے قانون قدرت میں تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تواریخ کو مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں) اور سورج کا گرہن اسکے درمیانی دن میں ہوگا (یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیس ۲۸ تاریخ کو ہوگا۔ کیونکہ سورج کے گرہن کے لئے خدا نے ستائیس ۲۷۔ اٹھائیس ۲۸ اور انتیس ۲۹ تواریخ کو مقرر فرمایا ہے) اب تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ ۱۳۱۱ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء میں یہ نشانی نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہو چکی ہے یعنی ۱۳۱۱ھ کے رمضان میں چاند کو اسکی اوّل رات یعنی تیرھویں ۱۳ تاریخ کو گرہن لگا۔ اور اُسی مہینہ میں سورج کو اسکے درمیانی دن میں یعنی اٹھائیس ۲۸ تاریخ کو گرہن لگا۔ اور یہ نشان دو۲ وقت ظاہر ہُوا۔ اوّل اس نصف کرہ زمین میں۔ اور پھر امریکہ میں۔ اور دونوں مرتبہ مقررہ تاریخوں میں ہُوا۔ جنکی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔ اور یہ نشانی صرف حدیث ہی نے نہیں بتائی۔ بلکہ قرآن شریف بھی اسے بیان کرتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وخسف القمر وجمع الشمس والقمر (پارہ ۲۹۔ سورۃ القیامۃ) یعنی چاند کو گرہن لگیگا۔ اور اس گرہن میں سورج بھی چاند کے ساتھ شامل ہوگا۔ یعنی اُسے بھی اسی مہینہ میں گرہن لگیگا جیسا کہ اُوپر کی حدیث نے بتایا ہے۔ اب دیکھیئے۔ کس صفائی کے ساتھ یہ علامت پوری ہوکر ہم کو بتا رہی ہے۔ کہ یہی وہ وقت ہے۔ جسمیں مہدی کا ظہور ہونا چاہیئے کیونکہ جو اسکے ظہور کی علامت تھی وہ پوری ہو چکی ہے ❊

اسکے علاوہ گذشتہ علماء میں اکثر نے مہدی کے ظہور کا وقت چودھویں صدی کا ابتدا قرار دیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھی لکھتے ہیں کہ تیرھویں ۱۳ صدی کا آخر اور چودھویں ۱۴ کا ابتدا مہدی کے ظہور کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۵۔ غرض اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ مخالف و موافق سب کے نزدیک یہی وہ زمانہ ہے جسمیں مسیح اور مہدی کو

آنا چاہیئے۔ مگر اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا اس زمانہ میں کسی نے مسیح اور مہدی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ سو اکناف عالم میں خوب نظر دوڑالو۔ کہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سوا اور کوئی شخص اس منصب کا مدعی نہیں ہوا۔ اگر کوئی اور شخص بھی مدعی ہوتا۔ تو معاملہ مشتبہ ہوجاتا۔ اور ہم کو ضرورت پیش آتی۔ کہ مختلف مدعیان مسیحیت و مہدویت کے دعاوی کو پرکھیں۔ کہ ان میں سے کون حق پر ہے۔ اور کون باطل پر۔ مگر خوب دیکھ لو۔ اس زمانہ میں کوئی شخص سوائے حضرت مرزا صاحب کے مہدویت کا مدعی نہیں پیدا ہوا۔ پس یا تو حضرت مرزا صاحب کو قبول کرو اور یا پھر خدا اور اسکے پاک رسول مخبر صادقؐ کے اقوال کو نعوذ باللہ لغو اور غلط قرار دو۔ اور اپنے ایمانوں کو خیرباد کہو۔ صرف دو ہی رستے کھلے ہیں۔ یا تو مخبر صادقؐ نے غلط خبر دی۔ کہا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا۔ لیکن چودھویں صدی کے سر پر کوئی مجدد نہ آیا۔ حالانکہ اسوقت مجدد کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ کہا کہ صلیبی مذہب کے زور کے وقت مسیحؑ کا نزول ہوگا۔ مگر صلیبی مذہب اپنے زور پر ہوگیا۔ لیکن مسیح ظاہر نہ ہوا۔ تا اس کا زور توڑے۔ کہا کہ جب تواریخ مقررہ پر رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے۔ تو جان لو۔ کہ مہدی ظاہر ہوگیا۔ لیکن مہدی ظاہر نہ ہوا۔ پس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو مخبر صادقؐ کی بات کو مان کر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو قبول کرو۔ اور اپنے ایمانوں کو بچاؤ۔ اور یا۔ مگر میں ایسی بات منہ پر نہیں لاتا۔ خدا تمھاری آنکھیں کھولے۔ تا تم اس نور کو دیکھو۔ جسے ہم نے دیکھا۔ اور تمھارے سینوں کو فراخ کرے۔ تا تم اس حق کے قبول کرنیکو تیار ہوجاؤ۔ جسکے قبول کرنیکی خدا نے ہم کو توفیق دی۔ اللھم آمین ثم آمین ٭

ابتک میں نے یہ بتایا ہے کہ جو علامات مسیحؑ اور مہدیؑ کے تھے وہ پورے ہوچکے ہیں۔ اور نیز صدی کا سر بھی گذر گیا ہے۔ اسلیئے ضروری ہے کہ آنیوالا آگیا ہو۔ کیونکہ خدا اور اسکے رسول کا وعدہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ وہ کونسے نشانات ہیں۔ جو خاص حضرت مرزا صاحب کے وجود باجود سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ آپ منجانب اللہ ہیں۔ اسکے لیئے میں چند معیار بیان کرتا ہوں۔ جو قرآن شریف نے ہم کو ہر ایک صداقت کے پرکھنے کیلیئے بتائے ہیں۔ اور جنکے ذریعہ سے قرآن شریف نے نبی کریمؐ اور دیگر انبیاءؑ کی نبوت ہم سے منوائی ہے۔ اگر ان معیاروں کے مطابق حضرت مرزا صاحب پورے اُترے۔ تو ماننا پڑیگا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ جب وہ معیار دوسروں کی صداقت ثابت کرنیکے لیئے کافی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے

کہ حضرت مرزا صاحبؑ باوجود انکے مطابق پورے اُترنے کے صادق نہ ثابت ہوں۔ یہ ایک نہایت موٹی بات ہے۔ کہ جن دلائل سے دیگر انبیاءؑ کی صداقت ثابت ہے۔ وہی اگر حضرت مرزا صاحبؑ کو سچا ثابت کریں تو ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ بھی منجانب اللہ ہیں۔ ہم نے تو قرآن شریف کے پیچھے چلنا ہے۔ اگر قرآن شریف حضرت مرزا صاحبؑ کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ تو ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر قرآن شریف حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ تو پھر انکے حلقہ بگوشوں میں داخل ہونے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور انکو نہ ماننا اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا موجب ہے۔ اب میں ایک ایک کرکے ان چند معیاروں کو بیان کرتا ہوں۔ جنکو قرآن شریف نے صداقت کے پرکھنے کے لیئے بطور کسوٹی کے بیان کیا ہے ۞

معیار اوّل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرتے ہوئے قرآن شریف بیان کرتا ہے ظہر الفساد فی البرّ والبحر (پارہ ۲۱۔ رکوع ۸) یعنی نبی کریمؐ کی اسواسطے ضرورت پیش آئی ہے۔ کہ برّ و بحر میں فساد ظاہر ہوگیا ہے۔ یہاں بحر سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اہل کتاب ہیں۔ اور برّ سے غیر اہل کتاب مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں ان لوگوں کی حالت بھی خراب ہوگئی ہے۔ جنکے پاس الٰہی کتاب ہے۔ اور انکی بھی جنکے پاس کوئی کتاب نہیں۔ اسلیئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح ظاہر ہو۔ گویا قرآن شریف نے نبی کریمؐ کی صداقت ثابت کرنیکے لیئے لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اس زمانہ میں بنی نوع انسان کی حالت سخت ابتر ہوگئی ہے۔ اور لوگ مختلف قسم کے گندوں اور خرابیوں میں مُبتلا ہوگئے ہیں۔ اسلیئے ایسے زمانہ کے لیئے ضروری ہے۔ کہ کوئی مصلح ظاہر ہو۔ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے۔ کیونکہ طبیب کی اُسی وقت ضرورت پیش آتی ہے جب لوگ بیمار ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس زمانہ کا جسمیں ہم ہیں کیا حال ہے۔ کیا لوگ ایماندار ہیں۔ اور نیک اعمال بجالاتے ہیں یا انکے ایمانوں میں نقص آگیا ہے۔ اور وہ نیک اعمال کو چھوڑ کر بُرے کاموں میں پڑ گئے ہیں۔ سو یہ ظاہر ہے۔ کہ آجکل دنیا کی روحانی حالت ایسی ابتر ہے کہ خدا کی پناہ۔ لوگ مختلف قسم کے گناہوں میں مُبتلا ہیں۔ اور دنیا کے کاموں میں ایسے غرق ہیں کہ آخرت کو بالکل ہی چھوڑ رکھا ہے۔ بلکہ مذہب پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی تعلیم کو پیٹھ پیچھے پھینک رکھا ہے۔ علماء جن کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ عوام کو سیدھے راستہ پر

رکھیں۔ خود ایسے گر چکے ہیں۔ کہ چند پیسوں پر اپنا دین ایمان بیچنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں گندوں میں مبتلا ہیں۔ اور قرآن شریف کے اصل اور حقیقی معنوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ غرض اس زمانہ میں لوگ مذہب کو کُلّی طور پر چھوڑ چکے ہیں۔ اور صرف ایک قوم کا یہ حال نہیں۔ بلکہ ساری دنیا پر یہ بلا آئی ہوئی ہے۔ اور دنیا سچے معنوں میں اس آیت کی مصداق ہو رہی ہے۔ کہ ظہر الفساد فی البر والبحر جدھر دیکھو لامذہبی۔ جدھر دیکھو دنیا کی محبّت۔ جدھر دیکھو خدا کا موں سے نفرت۔ پس یہ زمانہ پکار پکار کر ایک مصلح کی ضرورت کو بیان کر رہا ہے۔ اگر ایسے وقت میں بھی کوئی مصلح ظاہر نہ ہو۔ تو نعوذ باللہ خدا پر الزام آتا ہے۔ کہ اس نے لوگوں کا خیال چھوڑ دیا۔ مگر نہیں اُس نے ٹھیک وقت پر اپنی طرف سے ایک مصلح کو بھیجا۔ جسکی آنکھیں ہوں دیکھے۔ اگر حضرت مرزا صاحبؑ کا دعویٰ سچا نہیں۔ تو نعوذ باللہ یہ خدا پر الزام ہے۔ کہ بجائے اسکے کہ لوگوں کو ہدایت پر لانیکے لیئے وہ کسی مصلح کو بھیجتا۔ اس نے مخلوق کو اور گمراہ کرنے کے لیئے ایک ایسے شخص کو کھڑا کر دیا۔ جو دین کو خراب کر رہا ہے۔ اور لوگوں کی گمراہی کا موجب ہو رہا ہے۔ اگر خدا کسی مصلح کو نہ بھیج سکتا تھا۔ تو لوگوں کو انکی اپنی حالت پر ہی رہنے دیتا۔ مگر یہ ظلم تو دیکھو کہ گمراہی کے گڑھے میں اور دھکیلنے کیلیئے اس نے ایک مفسد پیدا کر دیا۔ پس اے وے لوگو جو مسلمان کہلاتے ہو۔ حضرت مرزا صاحب کا انکار کر کے خدا پر الزام مت لگاؤ۔ اس نے جو کیا تمھاری بہتری کے لیئے کیا۔ تم پیاسے تھے۔ اس نے آسمان سے پانی اُتارا۔ تم بھوکے تھے۔ اس نے اپنی طرف سے کھانا نازل کیا۔ تم بیمار تھے۔ اس نے ایک طبیب بھیجا۔ تم بھیڑوں کی طرح بھیڑیوں کے اندر گھر گئے تھے۔ اس نے تمھارے لیئے ایک چرواہے کو پیدا کیا۔ پس اس نے تو عین وقت پر تمھاری خبرگیری کی لیکن تم نے ہی اسکی نعمت کی قدر نہ کی۔ پس اس پر الزام مت رکھو۔ بلکہ اپنے گریبانوں کے اندر مُنہ ڈالو۔ کیونکہ جو کچھ کیا تم نے کیا ٭

معیار دوم | دوسرا معیار صداقت جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے۔ وہ ان الفاظ میں بتایا ہے فقد لبثت فیکم عمرًا من قبله افلا تعقلون (پارہ ۱۱۔ رکوع ۱) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفّار کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس دعویٰ سے پہلے تمھارے اندر ایک عمر گذاری ہے۔ تم عقل سے کیوں نہیں کام لیتے۔ اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت کی دلیل میں اپنی ابتدائی عمر کو پیش کیا ہے۔ اور بڑی تحدّی کے ساتھ کفّار مکّہ کو للکارا ہے۔ کہ میں تمھارے اندر اپنے دعویٰ سے پہلے ایک لمبی عمر گذار چکا ہوں۔ تم مجھ پر کوئی اعتراض تو کرو۔ اور میرے چال چلن کے خلاف کوئی

ایک بات تو پیش کرو۔ مگر کفار نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور دیتے بھی کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی جو آپ نے مکہ میں گذاری۔ ایسی پاک اور مطہر تھی۔ کہ آپ امین کے نام سے مشہور تھے۔ اور تمام لوگ آپ کو عزت کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اور آپ کو صادق القول یقین کرتے تھے۔ تو آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ کہ جب مینے اپنی جوانی کی عمر تقویٰ اور طہارت میں بسر کی۔ اور کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اور تم اسے جانتے ہو۔ تو کیا اب بڑھاپے میں میں خدا پر جھوٹ بولنے لگا ہوں۔ ظاہر ہے۔ کہ جس کی چالیس سال کی زندگی نہایت پاکیزہ ہو۔ اسکی یکلخت کس طرح یہ حالت ہو سکتی ہے کہ وہ خدا پر افتراء باندھنے لگ جاوے جو شخص انسان پر جھوٹ نہیں ۔ ۔ ۔ بولتا۔ وہ خدا پر کس طرح جھوٹ بولیگا۔ تو گویا ایک مدعی کی ابتدائی زندگی بطور معیار کے ہے۔ جس پر اسکی صداقت پرکھی جا سکتی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب اس معیار پر کیا ثابت ہوتے ہیں۔ آپکو بھی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا۔ کہ تو اپنے مخالفوں کو کہدے۔ کہ ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ یعنی اے لوگو مینے تمہارے درمیان اپنے دعوے سے پہلے ایک لمبی عمر گذاری ہے۔ اور تم دیکھ چکے ہو۔ کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں تو اگر کسی کو ہمت ہے۔ تو میری ابتدائی زندگی میں کوئی نقص نکالو۔ یا میرا کوئی جھوٹ ثابت کرو۔ مگر سب خاموش رہے۔ ہاں دعویٰ کے بعد مخالفین نے ہزاروں عیب حضرت مرزا صاحبؑ میں نکالے۔ لیکن دعویٰ سے پہلی زندگی میں وہ ایک بات بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے۔ جو آپکی ذات کے متعلق کوئی شبہ پیدا کرنیوالی ہو۔ اگر حضرت مرزا صاحبؑ عرب یا مصر یا ایران میں جا کر دعویٰ کرتے۔ تو بصورت جھوٹا ہونے کے بھی شاید یہ دعویٰ چل سکتا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ حضرت مرزا صاحب کے حالات سے واقف نہ تھے۔ لیکن پنجاب کے اندر پھر اپنے شہر کے اندر جہاں لوگ ان کے حالات سے آگاہ تھے۔ ایسا تحدی کے ساتھ دعویٰ کرنا سوائے اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ انسان کی زندگی واقعی پاکیزہ اور مطہر گذری ہو۔ آج جو لوگ حضرت مرزا صاحبؑ میں ہزاروں عیب نکالتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ ان سے جا کر قسم دیکر پوچھ لو۔ کہ دعویٰ سے پہلی زندگی آپ کی کیسی گذری ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو مرزا صاحب کے مخالفین میں سے اوّل نمبر پر ہیں اور جنہوں نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ اور جو حضرت مرزا صاحب کے ہم وطن ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے آپ کے متعلق لکھا۔ کہ یہ شخص تمام گندوں سے پاک اور صادق القول اور قرآن و حدیث کے سب حکموں پر چلنے والا ہے۔

اور اس کی زندگی نہایت پاکیزہ اور بے عیب ہے اور یہ کہ اس نے اسلام کی ایسی خدمت کی ہے۔ کہ صحابہ رضؓ کے بعد اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اور یہ بھی لکھا کہ ہم بوجہ ہموطن ہونیکے مرزا صاحب کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ اسلیئے ہماری گواہی انکے متعلق واقعات اور چشم دیدہ حالات پر مبنی ہے۔ لیکن آج وہی مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کو خدا پر افترا کرنیوالا اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنیوالا قرار دیتے ہیں۔ انکی وہی حالت ہے۔ جو ابوجہل کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے پہلے وہ آپکو امین کے نام سے یاد کرتا تھا۔ لیکن جونہی آپنے دعویٰ کیا۔ اس نے آپکو جھوٹا اور کذاب قرار دیدیا۔ لیکن بعد میں جب مخالفت پیدا ہو جاوے۔ اسوقت کی گواہی کس قابل ہے؟ بات تو تب ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی ابتدائی چالیس سالہ زندگی کے متعلق کوئی ایسی بات پیش کرو۔ جو انکے متعلق شبہ پیدا کرنیوالی ہو۔ مگر یاد رکھو کہ ہزار سر پٹکو۔ ایسی ایک بات بھی پیش نہ کر سکوگے۔ تبھی تو حضرت مرزا صاحب کمال تحدّی کے ساتھ للکارتے ہیں کہ قد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔ پس جب ابتدائی چالیس سالہ زندگی حضرت مرزا صاحب کی پاکیزہ اور قرآن و حدیث کے عین مطابق تھی۔ اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور خادم تھے۔ اور آپنے کبھی کوئی جھوٹ نہ بولا تھا۔ تو بڑھاپے میں جبکہ آپ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ اسوقت کس طرح آپ یک لخت ہزاروں گندوں میں مبتلا ہو گئے۔ اور خدا پر افترا باندھنے لگ گئے۔ دیکھو یہ ایک فطرتی تقاضا ہے۔ کہ انسان کی حالت آہستہ آہستہ بدلتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ کہ آج انسان رات کے وقت نہایت پاکیزہ فطرت سوئے۔ اور صبح اٹھتے ہی ہزاروں گندوں میں مبتلا ہو۔ پس جب چالیس پچاس سال تک حضرت مرزا صاحبؑ نے خدا کے خوف میں زندگی گذاری۔ اور کسی انسان پر تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو یہ کس طرح ہو گیا۔ کہ یک لخت وہ خدا پر افترا باندھنے والے اور خلق کے گمراہ کرنے والے بن گئے۔ یونہی ایک شخص کو جھوٹا اور مفتری علی اللہ قرار دیدینا اور بات ہے۔ مگر غور تو کرو کہ وہ جس نے اپنی جوانی کی ایک ایک پل اللہ کی عبادت میں گذار دی۔ اور مخلوق کی ہدایت اور اسلام کی خدمت کیلیئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اور مذاہب باطلہ کی تردید اور اسلام کی تائید میں ایک بڑی ضخیم کتاب دس ہزار روپے کے انعام کے ساتھ شائع کی۔ وہ کس طرح یک لخت اپنے بڑھاپے میں ایسا بگڑ گیا۔ کہ انسان چھوڑ خدائے دوجہان پر افترا باندھنے لگ گیا۔ اور اسلام کا دشمن جانی بن گیا۔ آخر انصاف بھی تو کوئی چیز ہے۔ مرزا صاحبؑ کی مخالفت میں ایسے اندھے نہ ہو کہ دوسرے نبیوں کو بھی

چھوڑنا پڑے۔ کیونکہ اگر صداقت کے معیار مرزا صاحبؑ کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ اور تم انکو نہیں مانتے۔ تو پھر انہی معیاروں کی بناء پر تم گذشتہ نبیوں کو کس طرح سچا مان سکتے ہو۔ اللہ کے سب رسول ایک کسوٹی پر پرکھے جاتے ہیں۔ پس جب خدائی کسوٹی حضرت مرزا صاحبؑ کو منجانب اللہ ثابت کر رہی ہے۔ تو مرزا صاحبؑ کا انکار کر کے انجام سوچ لو۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت خدیجہ اُم المؤمنینؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی کی تصدیق صرف اسی معیار کی کسوٹی پر پرکھ کر کی تھی جب حضرت ابو بکرؓ نے سُنا کہ آنحضرتؐ نے دعوی کیا ہے۔ تو اُسی وقت کہا کہ یہ دعوی سچا ہے۔ کیونکہ محمدؐ جھوٹ بولنے والا آدمی نہیں۔ یہی حال حضرت خدیجہؓ کا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری +

معیار سوم تیسرا معیار صداقت قرآن شریف یوں بیان فرماتا ہے:۔ ویزکّیھم ویعلّمھم الکتٰب والحکمۃ۔ (پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۱) ویخرجھم من الظلمات الی النور۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دیکھو یہ کس طرح جھوٹا ہو سکتا ہے۔ یہ تو لوگوں کی اصلاح کا کام کر رہا ہے۔ اور انکی جانوں کو پاک کر رہا ہے۔ اور انکے گندوں کو دُور کر رہا ہے۔ اور کتاب کا صحیح علم انکو دے رہا ہے۔ اور حکمت اور دانائی کی باتیں انکو بتاتا ہے۔ اور انکو گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر نور اور روشنی کی طرف لا رہا ہے۔" نبی کریمؐ کی بعثت سے پہلے عرب کی قوم ہزاروں لاکھوں گندوں میں مبتلا تھی۔ لیکن آپ نے انکی وہ اصلاح کی۔ کہ چند ہی سال میں وہ خدا رسیدہ قوم بن گئی۔ آپ سے پہلے تو وہ اپنی وحشت میں انسانیت سے بھی نیچے گرے ہوئے تھے۔ لیکن آپکا دامن چھونے نے انکے اندر ایسی تبدیلی پیدا کی۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں انکو باخدا انسان بنا دیا۔ پس کسی مدعی کے دعاوی کو پرکھنے کیلئے اور معیاروں میں سے ایک معیار یہ بھی ہے۔ کہ وہ واقعی دنیا میں اصلاح کا کام کر رہا ہو۔ اور لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کرتا ہو۔ اور کتاب کا صحیح علم اور حکمت کی باتیں انکو بتاتا ہو۔ اور انکے لیئے روحانیات میں ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہو۔ جیسے کہ قرآن شریف نے فرمایا:۔ لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۹) یعنی اے لوگو! تمھارے لیئے رسول خدا میں ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ جسکی اتباع کر کے تم اپنی اصلاح کر سکتے ہو۔ پس اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحبؑ اس معیار کی رُو سے صادق ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟ سو ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جو جماعت چار لاکھ یا کم و بیش کی تیار کی۔ انکی کیا حالت ہے۔ پہلے وہ مختلف قسم کے گندوں میں مبتلا تھے۔ لیکن آپکے ساتھ تعلق قائم کرنے کے بعد انکی حالت بالکل بدل گئی۔ اور وہ سچے خدا پرست

انسان بنگئے۔ ہزاروں ایسے نکلیں گے۔ جو احمدی ہونے سے پہلے زنا۔ شراب۔ قماربازی اور چوری وغیرہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ لیکن احمدی ہونیکے ساتھ ہی وہ نئے انسان بنگئے۔ اور جو لوگ کبھی فرض نماز کے بھی قریب نہ گئے تھے۔ وہ ایسے نمازی بنے کہ اگر ان سے کبھی تہجد کی نماز جاتی رہے۔ تو اُن کو گھنٹوں افسوس رہتا ہے۔ جو لوگ رمضان کے مبارک مہینہ میں ایک روزہ بھی نہ رکھتے تھے۔ بلکہ روزہ رکھنے والوں پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے۔ وہ رمضان کے علاوہ بھی سال میں کئی روز خدا کی یاد میں کھانے پینے سے دست کش ہو جاتے ہیں جن کو خدا کی راہ میں ایک پیسہ دینا بھی دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اب خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیئے حسب توفیق بہت سا مال خرچ کرتے ہیں۔ ایمانیات کا یہ حال ہے۔ کہ جو خدا کی ذات کا پہلے انکار کرتے تھے۔ اب انکے دلوں میں ذات باری تعالیٰ کا نقش ایسا جما ہے۔ کہ ہر وقت اس کی یاد میں رہتے ہیں۔ جو آنحضرت کو ایک معمولی انسان جانتے تھے۔ اور آپکی باتوں کو عزت کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ اب ان کا یہ حال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات پر دل وجان سے قربان ہونیکو تیار ہیں۔ اللہ پر ایمان صرف ایک خیال اور اعتقاد تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ مشاہدہ کا رنگ اختیار کر چکا ہے۔ غرض جو پہلو بھی لو اس میں ان لوگوں کی پہلی حالت اور موجودہ حالت میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ بے شک بعض ہم میں کمزور بھی ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس جماعت کی حالت دوسرے مسلمانوں کی نسبت ہزارہا درجے اچھی ہے۔ بعض کا کمزور ہونا تعجب انگیز امر نہیں۔ کیونکہ صحابہؓ میں بھی سب ایک درجہ پر نہ تھے۔ بلکہ بعض کمزور بھی تھے۔ اسی طرح ہم میں بھی بے شک بعض کمزور ہیں۔ لیکن جماعت کی عام حالت حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ قرآن شریف کا علم جو خدا کے فضل سے اس جماعت کے افراد کو حاصل ہے وہ آج روئے زمین ... پر کسی کو نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہیں جن سے آج دنیا بے خبر ہے۔ وہ احمدی جماعت کے اندر ہی دیکھی جاوینگی۔ عام حالت جو آج کل مسلمانوں کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ چند پیسوں پر دین کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک بات میں عملی طور پر دنیا کو دین پر مقدم کرتے ہیں۔ اور دین کو بالکل ہی پیٹھ کے پیچھے پھینک رکھا ہے۔ بلکہ اس پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے شرائط بیعت ہی میں رکھا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اس جماعت کے اکثر افراد حضرت مرزا صاحبؑ کے ماننے کی وجہ سے طرح طرح کی تکالیف میں ڈالے گئے۔ لیکن انہوں نے صبر کے ساتھ سب تکالیف کو برداشت کیا۔ اور جس حق کو پایا تھا اُسے نہ چھوڑا۔ دو معزز اشخاص اس جماعت کے بڑی بے رحمی کے ساتھ امیر کابل کے حکم سے

ملک کابل میں قتل کر دیئے گئے۔ لیکن انہوں نے موت اختیار کی۔ مگر اپنے عقائد سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہونا قبول نہ کیا۔ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب جو کابل میں سنگسار کیئے گئے۔ وہ ایک نہایت معزز حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کے پچاس ہزار کے قریب مرید بھی تھے۔ انہوں نے جب حضرت مرزا صاحبؑ کو قبول کیا۔ تو امیر کابل نے ان کو قید کر دیا۔ اور سخت تکالیف دیں۔ اور بالآخر انکو زمین میں نصف گاڑ دیا۔ اور انپر پتھر برسانیکا حکم دیا۔ جس سے وہ جان بحق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب انکو زمین میں گاڑ دیا گیا۔ تو انکے پاس خود امیر چل کر آیا۔ اور انکو کہا کہ اب بھی تم مرزا کو چھوڑ دو۔ تو میں تم کو پہلے کی طرح معزز بنا دونگا۔ لیکن انہوں نے کہا۔ کہ جس حق کو مَیں نے پایا ہے۔ اُسے نہیں چھوڑونگا آپکا اختیار ہے۔ جو چاہیں کریں۔ جسپر امیر نے پتھراؤ کا حکم دیا۔ غرض جو نمونہ سچے ایمان کا اس جماعت نے دکھایا ہے۔ وہ آج کہیں نہیں ملتا۔ اب رہی یہ بات کہ خود مرزا صاحب کہاں تک شریعت کے احکام میں نمونہ تھے۔ سو ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ شریعت پر چلنے کا ایک کامل نمونہ تھے۔ نبی کریمؐ کی اطاعت اور محبت آپکے رگ و ریشہ میں اس قدر گھر کر چکی تھی۔ کہ جزو جان بن گئی تھی آپ نے جوانی کے عالم میں جب انسان کے لیئے ہر قسم کے بدجذبات اور محرکات ہوتے ہیں — اپنے آپکو ایک سچا مسلمان ثابت کیا۔ اور تقویٰ کی باریک در باریک راہوں کو اختیار کر کے یہ دکھایا۔ کہ آپکی جان کو خالقِ حقیقی کے ساتھ ایک غیر معمولی طور پر مضبوط پیوند ہے۔ جسے مصائب کی آندھیوں کا سخت سے سخت جھونکا بھی نہیں ہلا سکتا۔ بعض وقت آپ ساری ساری رات اللہ کی یاد میں گذار دیتے۔ پھر صرف عبادت میں ہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک نیک کام میں آپنے اپنی جماعت کے لیئے ایک نہایت اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ صبر میں۔ توکل علی اللہ میں۔ تواضع میں۔ ہمدردی خلق اللہ میں۔ اقرباء کے سلوک میں۔ راست گفتاری میں۔ امانت و دیانت میں۔ رفق عفو میں۔ عدل اور احسان میں۔ پھر شجاعت اور دلیری میں غرض کوئی بھی ایسی نیک صفت نہیں جس میں حضرت مرزا صاحبؑ نے ہمارے لیئے نہایت اعلیٰ نمونہ قائم نہ کیا ہو۔ آپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے اور فنا فی الرسول ہو کر لوگوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ تصویر پیش کی۔ پس جو لوگ اس زمانہ میں دوسرے پیروں اور اماموں کو مانتے ہیں۔ وہ خدارا سوچیں کہ کیا انکے پیروں اور اماموں نے بھی ایسا کیا۔ کیا انہوں نے بھی اسلام کی محبت اور اس کے

احکام کی اطاعت کا وہ کامل نمونہ دکھایا۔ جو حضرت مرزا صاحب نے دکھایا۔ کیا انہوں نے بھی لوگوں کی ایسی اصلاح کی جو حضرت مرزا صاحب نے کی۔ ہم کو اپنی طرف سے کوئی رائے دینے کی ضرورت نہیں صادق انسان کا دل خود بول اُٹھیگا۔ کہ حق کس کے ساتھ ہے ٭

معیار چہارم چوتھا معیار صداقت کا جو قرآن شریف سے ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله (پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۱) یعنی ہم نے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر اسلیئے بھیجا ہے۔ کہ تا وہ اس دین کو

باقی تمام دینوں پر غالب کر دے ٭

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے بھیجنے کی غرض یہ بیان کی ہے۔ کہ تا اسلام کا باقی تمام دینوں پر غلبہ ثابت ہو۔ اب ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جانشین بھی وہ ہونا چاہیئے۔ جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ جسکے ذریعہ سے خدا اسلام کو باقی دینوں پر غالب ثابت کرتا ہو۔ آنحضرتؐ کا جانشین وہ نہیں ہو سکتا۔ جسکو دین اسلام کی کوئی فکر نہ ہو۔ اور وہ آرام طلبی میں دن گذارے۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اسلام پر اعتراض کریں۔ اور وہ خاموش بیٹھا رہے۔ بلکہ آنحضرتؐ کا جانشین بھی آپ ہی کی طرح وہ ہونا چاہیئے جسکو اسلام کے لیئے غیرت ہو۔ اور جو ہر وقت اسکی خدمت اور اشاعت میں لگا رہے۔ اور تحریر و تقریر کے ذریعہ اس بات کو دنیا پر ثابت کر دے۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو آج اس قابل ہے۔ کہ اسکو اختیار کیا جاوے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس زمانہ میں جسقدر بیرونی حملوں کا اسلام شکار ہو رہا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ تمام مذاہب اس بات کی کوشش میں ہیں۔ کہ کسی طرح اسلام کو نابود کر دیں۔ آریہ ہیں تو وہ اعتراض کر رہے ہیں۔ عیسائی ہیں۔ تو وہ اعتراض کر رہے ہیں۔ سکھ اور برہمو ہیں تو وہ اعتراض کر رہے ہیں۔ غرض اس زمانہ میں اسلام کا وجود چاروں طرف سے اعتراضوں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ جسکی وجہ سے ہزاروں لاکھوں کلمہ گو مسلمان ارتداد اختیار کر کے اسلام کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ پس اس زمانہ میں جو شخص مُدعی امامت کا ہوتا ہے۔ اسکا فرض ہے۔ کہ وہ اسلام کو ان مصائب سے بچائے۔ اور ان اعتراضوں کا جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں۔ مدلل جواب دے۔ یہ زمانہ چین سے بیٹھنے کا نہیں ہے۔ اسلام جیسی پیاری چیز خطرہ میں ہے۔ پس

میں کہتا ہوں۔ کہ امام تو آگئے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کہلانیوالے کا فرض ہے۔ کہ وہ اسوقت سپاہی کی طرح اسلام کی خدمت کے لیئے کھڑا ہو جاوے۔ اور اپنی جان اور مال اور آرام کو اسکے راستہ میں قربان کردے۔ کیا اگر کسی کے گھر کو آگ لگ رہی ہو۔ تو وہ آرام کے ساتھ سو سکتا ہے۔ پس ایک غیرتمند انسان جسکو اسلام سے محبت ہے۔ وہ اسلام جیسی چیز کو خطرہ میں دیکھکر کس طرح چین سے بیٹھ سکتا ہے جب یہ حال ہے۔ تو وہ جو خدا کی طرف سے امام ہونیکا مدعی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بنتا ہے۔ اس کا تو یہ فرض اولیٰ ہے۔ کہ وہ اپنی گھڑی گھڑی اسلام کی خدمت اور اشاعت میں گذارے۔ اور یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ جو شروع میں ہم نے بطور معیار کے بیان کی ہے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا حضرت مرزا صاحب اس معیار کے مطابق صادق ثابت ہوتے ہیں یا نہیں سو تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ آپنے اسلام کی اشاعت اور غیر مذاہب کے اعتراضات دور کرنے کیلیئے نوے کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور دنیا میں شائع کیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں آپنے اردو انگریزی۔ فارسی۔ عربی اور دوسری زبانوں میں اشتہار چھپوا کر دنیا کے مختلف ممالک میں تقسیم کروائے اپنے زمانہ کے مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط چھپوا کر روانہ کیئے۔ جسمیں ثابت کیا۔ کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو کامل ہے۔ اور زندہ کہلا سکتا ہے۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو بھی ایک خط لکھا۔ جسے ملکہ معظمہ نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا۔ اور اسکی ایک اور کاپی بھی طلب فرمائی۔ غرض اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیئے حضرت مرزا صاحب نے ان تمام ذرائع کو استعمال کیا۔ جسے انسان تصور میں لا سکتا ہے۔ سب سے پہلی کتاب جو آپنے لکھی وہ براہین احمدیہ ہے۔ اسکے لیئے آپنے دس ہزار روپے کا انعام مقرر کیا۔ اگر کوئی شخص غیر مذاہب میں سے ان دلائل کو توڑ دے۔ جو آپنے اس کتاب میں اسلام کی صداقت میں بیان کیئے۔ مگر کوئی مقابل میں نہ اٹھا۔ پھر آریوں عیسائیوں کے ساتھ آپ نے تقریری اور تحریری مباحثے کیئے۔ جنمیں انکو شرمندہ اور لاجواب ہونا پڑا۔ انکے اعتراضوں کے ایسے دندان شکن جواب دیئے۔ کہ آج دوست و دشمن انکا مدلل اور مسکت ہونا قبول کرتے ہیں پھر یہی نہیں۔ بلکہ کمال تحدی کے ساتھ کہا۔ کہ چونکہ میں اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لیئے بھیجا گیا ہوں اسلیئے کوئی غیر مذاہب والا میرے مقابل پر آکر اپنے مذہب کے سچا ہونے کے ثبوت میں نشان اور معجزہ دکھلائے۔ مگر اس بات میں سب رہ گئے۔ اور جو اٹھا اس نے منہ کی کھائی۔ غرض آپنے

اسلام کی وہ خدمت اور اشاعت کی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور گھڑی آپنے اس کام پر لگا دی۔ اور چین نہیں لیا۔ جبتک اپنی آخری آرامگاہ میں نہیں جا لیٹے۔ اللھمّ صل علیہ وعلیٰ مطاعہ محمدؐ۔ آپنے اپنی کتابوں میں ہمارے لیئے وہ قیمتی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ کہ اگر آج مسلمان اسکو مضبوط پکڑیں۔ تو وہ کبھی غیر مذاہب والوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوسکتے۔ آپنے اسلام کے اندر ایک ایسے علم کلام کی بنیاد رکھدی ہے کہ اب مسلمانوں کی اپنی بدقسمتی ہوگی۔ اگر آریہ یا عیسائی یا دیگر مذاہب والے انکو تنگ کریں۔ اور یہ سب کچھ حضرت مرزا صاحب نے قرآن شریف کی کان سے نکالا۔ کیونکہ الخیر کلہ فی القرآن۔ غرض جو خدمت اسلام کی دیگر مذاہب کے خلاف حضرت مرزا صاحب نے کی ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ وہ لوگ جو اعتقادات میں حضرت مرزا صاحب سے سخت مخالفت رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس بات پر مجبور ہیں۔ کہ انکی بے نظیر اسلامی خدمات کا اعتراف کریں۔ چنانچہ آپ کی وفات پر اخبار وکیل جو پنجاب کا ایک نہایت مشہور غیر احمدی اسلامی اخبار ہے۔ اسمیں ایڈیٹر کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جسکے ایک حصہ کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جسکی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جسکی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لیئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت اس قابل نہیں۔ کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ جنسے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔

مرزا صاحب کی اس رفعت نے انکے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کروا دیا ہے۔ کہ انکا ایک بڑا شخص انسے جدا ہوگیا ہے۔ اور اسکے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اسکی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہوگیا۔ انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس احساس کا کھلم کھلا

اعتراف کیا جاوے۔ میرزا صاحب کے لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونیکی وجہ سے حقیقت میں اسکی جان تھا۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبار احسان رکھیگی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنیوالوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا۔ جو اسوقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ انکے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہیگا ؀

اسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ ان کے آریہ سماج کے مقابل کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ کہ آیندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے۔ ناممکن ہے۔ کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں ؀

فطرتی ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک خاص شان پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر انکی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنے ان معلومات کو نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملّت کا ہو انکے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں۔ اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اسکی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا۔ کہ میں ان سب کیلئے حکم و عدل ہوں۔ لیکن اسمیں کلام نہیں۔ کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی انمیں بہت مخصوص قابلیت تھی۔ اور یہ نتیجہ تھی۔ انکی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آیندہ امید نہیں ہے۔ کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔ جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے'' ؀

اسکے علاوہ اور اُردو اور انگریزی اخبارات میں بھی اسی قسم کے خیالات ظاہر کیئے گئے ؀

معیار پنجم | پانچواں معیار جو قرآن شریف نے ہم کو بتایا ہے۔ یہ ہے :- یاحسرة علے العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ (پارہ ۲۳۔ رکوع ۱) یعنی وائے افسوس لوگوں پر کوئی رسول انکی طرف نہیں آتا۔ مگر وہ اس سے ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں :

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر ہم کو بتایا ہے۔ کہ ضروری ہے۔ کہ ہر ایک جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آوے۔ اس کا انکار کیا جاوے۔ اور اس پر ہنسی اڑائی جاوے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مصلح اسی وقت آتا ہے۔ جب لوگ گمراہی میں پڑ چکے ہوں۔ اسلیئے لامحالہ وہ لوگوں کے خلاف آواز اٹھائیگا۔ تا کہ انکو انکی غلطیوں سے آگاہ کرے۔ لیکن چونکہ انسان اسبات کے لیئے تیار نہیں ہوتا۔ کہ اپنی حالت بدلے۔ کیونکہ وہ اپنی موجودہ حالت کو درست سمجھتا ہے۔ اسلیئے وہ پکارنے والے کی آواز کی پروا نہیں کرتا۔ اور اس سے ہنسی اور ٹھٹھا کرتا ہے۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ جب میری طرف سے کوئی مصلح آئے۔ تو اس کا انکار کیا جاوے۔ اور اس سے ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاوے۔ دیکھیئے۔ حضرت مسیح ناصری جب مبعوث ہوئے۔ تو یہود نے آپ کا انکار کیا۔ اور آپکو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگوں نے یونہی نہیں مان لیا۔ بلکہ آپکی تو وہ مخالفت ہوئی کہ کبھی کسی کی ایسی مخالفت نہیں ہوئی۔ غرض ہر ایک مصلح کا انکار ہوتا آیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا حضرت مرزا صاحب کی مخالفت ہوئی یا نہیں۔ اگر ان کو لوگوں نے یونہی بغیر مخالفت کے مان لیا ہو۔ تو واقعی انکی صداقت شبہ میں پڑ جاتی ہے۔ لیکن اگر انکی مخالفت ہوئی اور سخت ہوئی۔ تو پھر یہ انکی صداقت پر ایک دلیل ہوگی۔ حضرت مرزا صاحب نے جب مسیح اور مہدی ہونیکا دعویٰ کیا۔ تو ہندوستان کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ایک آگ لگ گئی۔ اور آپکے خلاف مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ آپ پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ آپکے خلاف جھوٹے مقدمات کھڑے کیئے گئے۔ آپکے ماننے والوں کو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا گیا۔ کابل کے ملک میں آپکے دو مخلص مرید صرف آپ کو ماننے کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ غرض آپ کی وہ مخالفت ہوئی۔ کہ گذشتہ انبیاء کے حالات میں بھی اسکی کم نظیریں ملیں گی۔ یہ خدا کا فضل تھا۔ کہ آپ ایک ایسی سلطنت کے ماتحت تھے۔ جس کا فولادی ہاتھ تمام شورشوں اور بلووں کو روکنے والا ہے۔ ورنہ مخالفت جو اپنا رنگ دکھاتی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ پس اس معیار نے بھی آپ کی صداقت پر مہر کی۔ اور یہ صاف طور پر بتا دیا۔ کہ آپ اسی خدا کی طرف سے ہیں۔ جس نے فرمایا :- یاحسرة علے العباد

مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ -

بعض لوگ حضرت مرزا صاحب کو قبول کرنے سے اسوجہ سے رُک جاتے ہیں۔ کہ آپ کو بہت لوگ نہیں مانتے۔ ایسے لوگوں کو خیال رہے۔ کہ مخالفت کا ہونا۔ اور لوگوں کا ہنسی ٹھٹھا کرنا تو آپکی تائید میں ایک بیّن دلیل ہے نہ کہ آپکے خلاف۔ پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ زیادہ مخالفت کرنیوالے علماء ہی ہوتے ہیں۔ اور عوام انکے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کا اگر یہودی علماء انکار نہ کرتے۔ تو عوام آپ کو ضرور قبول کر لیتے۔ لیکن علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ اور آپکو دین کا بگاڑنے والا قرار دیا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنیوالے بھی بڑے لوگ ہی تھے۔ پس علماء کا نہ ماننا بھی کسی کے راستہ میں روک ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو مرزا صاحبؑ کی منجانب اللہ ہونیکی ایک دلیل ہے۔ اگر مرزا صاحبؑ کو تمام علماء قبول کر لیتے۔ تو پھر آپ کا منجانب اللہ ہونا مشتبہ ہو جاتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول نہیں۔ جسکی مخالفت نہ ہو۔ تعجب ہے۔ جو بات مرزا صاحب کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اسی کو لوگوں نے اپنے رستہ میں روک بنا لیا ہے۔ یہ قرآن شریف کو چھوڑ دینے کا وبال ہے۔ ورنہ اگر مسلمان قرآن شریف کی تعلیم سے کچھ واقف ہوتے۔ تو علماء کی مخالفت کی وجہ سے مرزا صاحب کو جھوٹا نہ کہتے۔ لیکن غضب تو یہ ہے۔ کہ جو بات آپکو سچا ثابت کر رہی ہے وہی آپکے کذب کی دلیل بیان کیجاتی ہے۔ افسوس صد افسوس! پس اب اے قرآن شریف کو خدا کا کلام جاننے والو! تم اگر مرزا صاحبؑ کو کسی اور وجہ سے نہیں مانتے۔ تو خیر۔ مگر صرف اس وجہ سے تم کو انکار کرنے کا اختیار نہیں۔ کہ لوگوں نے نہیں مانا۔ یا یہ کہ بعض علماء نے قبول نہیں کیا۔ کیا تم مخبر صادق کا وہ قول بھول گئے۔ کہ عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مِّنْ تَحْتِ أَدِيمِ السَّمَاءِ۔ یعنی وہ زمانہ آئیگا۔ کہ آسمان کے نیچے جتنے متنفس ہیں۔ ان میں سے بدترین مخلوق علماء ہونگے۔ پس علماء کی وجہ سے رُکنا شیوہ ایمان نہیں۔ جب قرآن شریف نے اور نبی کریمؐ کے الفاظ نے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت کر دی۔ تو علماء ہزار انکار کریں۔ کوئی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔ ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا ✣ نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

ہر ایک آدمی نے اپنی قبر میں جانا ہے۔ پس وہ شخص جو قرآن شریف کے صریح فیصلہ کو چھوڑ کر نام نہاد علماء کے پیچھے چلتا ہے۔ وہ اپنا ٹھکانہ سوچ لے۔ قرآن شریف کی تعلیم مشکل نہیں۔ ہر ایک

عقل رکھنے والا انسان اسے سمجھ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولقد یسرنا القراٰن یعنی ہم نے قرآن کو بہت آسان بنایا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ کیا علماء میں اختلاف نہیں ہے۔ کیا علماء ایک دوسرے کے دشمن نہیں بن رہے۔ آہ! افسوس۔ جو اختلاف اور تو تو میں میں کا نقشہ آج علماء کے اندر دیکھا جاتا ہے۔ وہ عوام میں نہیں۔ پس ہم کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں:

پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ سب علماء نے حضرت مرزا صاحب کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ بہت ہیں جنہوں نے آپکو قبول کیا۔ اور آپکے خادموں میں داخل ہو گئے۔ پس کیا وجہ ہے۔ کہ ہم ان علماء کے پیچھے چلیں۔ جنہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جنہوں نے آپکی اطاعت اختیار کی۔ انکو بالکل نظر انداز کر دیں۔ آخر جنہوں نے مانا۔ وہ بھی تو علماء ہی ہیں:

معیار ششم | چھٹا معیار صداقت جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے:۔ من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب باٰیٰتہ۔ انہ لا یفلح الظّٰلمون (پارہ ۷۔ رکوع ۹) یعنی اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جو اللہ پر افترا باندھے (یعنی اسکو خدا نے الہام نہ کیا ہو۔ اور وہ کہے کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے) اور نیز اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے۔ جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے۔ سن رکھو کہ ظالم کبھی بامراد نہیں ہوتے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی مدعی ماموریت کی صداقت کو پرکھنے کا ایک ایسا واضح معیار بتایا ہے۔ کہ جو جھوٹے اور سچے کے درمیان صاف فرق کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیکا دعویٰ کرتا ہے۔ تو یہ دعویٰ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ مدعی جھوٹا ہے۔ اور اللہ پر افترا کرتا ہے۔ تو اس صورت میں خدا کے فیصلہ کے مطابق وہ ظالم ترین ہے۔ اور یا وہ سچا ہے۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ نے اسے مخلوق کی ہدایت کے لیے مامور کیا ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کا انکار کرنیوالے اللہ کی آیات کا انکار کر کے ظالم ترین ٹھیرتے ہیں۔ یعنی یا تو مدعی ماموریت ظالم ہے۔ اور یا پھر اس کا انکار کرنیوالے ظالم ہیں۔ دونو میں سے ایک ظالم ضرور ہے۔ لیکن اب فیصلہ کون کرے۔ کہ ظالم کون ہے اور حق پر کون ہے۔ اسکے لیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہ لا یفلح الظّٰلمون۔ یعنی جب مدعی یا اسکے منکرین میں سے ایک ضرور ہی ظالم ہے۔ تو اس بات کو ظاہر کرنیکے لیئے کہ کون ظالم ہے۔ ہم اپنی درگاہ سے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ظالم کبھی اپنی مراد کو نہیں پہنچیگا۔ بلکہ وہ اپنی مراد میں ناکام رہیگا۔ پس اگر وہ اپنی مراد کو

نہ پہنچے۔ بلکہ اسکے منکر کامیاب ہوجاویں۔ تو سمجھو کہ وہ جھوٹا اور اس کا انکار کرنیوالے سچے ہیں۔ دیکھیئے یہ معیار صداقت کیسا صاف اور واضح ہے۔ خدا کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی مجھ پر افترا باندھیگا۔ تو وہ کبھی اپنی مراد کو نہ پہنچیگا۔ بلکہ نامراد رہیگا۔ اور اگر حق پر ہے۔ اور خدا نے واقعی اسکو مصلح بنا کر مبعوث کیا ہو۔ تو اسکے مخالف اپنے ارادوں میں ناکام رہینگے یہ ہے اس آیت کا ترجمہ اور مطلب۔ جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔ اور جو خدا نے بطور ایک معیار صداقت کے قرآن شریف میں بیان فرمائی ہے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہو۔ کہ کیا اس معیار کے مطابق حضرت مرزا صاحب صادق ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟۔

سو جاننا چاہیئے۔ کہ جب حضرت مرزا صاحب نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو آپ اکیلے تھے۔ اور بجز چند گنتی کے دوستوں کے ساری دنیا آپ کے مخالف تھی۔ اسوقت آپ نے یہ کہا۔ کہ خدا مجھکو ایک بڑی جماعت دیگا۔ اور گو دنیا مخالفت پر تلی ہوئی ہے۔ مگر میں اپنی مرادمیں کامیاب ہونگا۔ اور میرے مخالف ناکام رہینگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام میں فرمایا۔ جو آپ نے اسی وقت دنیا میں شائع کیا کہ:۔

"I will give you a large party of Islam."

یعنی میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا۔ پھر فرمایا:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا" پھر فرمایا:۔

"فحان ان تعان وتعرف بین الناس" یعنی وقت قریب آگیا ہے۔ کہ تیری مدد کیجائے اور تیرا نام دنیا میں شہرت پاجاوے۔ پھر فرمایا۔ "یاتون من کل فج عمیق" یعنی لوگ دور دراز سے تیرے پاس آوینگے۔ ان الہامات سے ظاہر ہے۔ کہ خدا کے قول کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے اپنے شروع دعویٰ میں یہ مراد بیان کی۔ کہ خدا مجھے ایک بڑی اسلامی جماعت دیگا۔ اور گو لوگ میری سخت مخالفت کرینگے۔ مگر اللہ تعالیٰ میری تائید میں ایسے زبردست نشان دکھائیگا۔ جن سے میری سچائی ظاہر ہوجائےگی۔ اور یہ کہ میرا نام تمام اکناف عالم میں شہرت پاجائیگا۔ اور دور دراز ملکوں سے میرے پاس لوگ آوینگے اسکے مقابل میں مخالفین کی کوشش کیا تھی؟ یہی نہ کہ یہ شخص اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ اور کوئی شخص اس کا مرید نہ ہو۔ اور یہ ذلت اور گمنامی کی حالت میں پڑا رہے۔ اور اسکے پاس کوئی نہ جاوے اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں فریقوں میں سے کون اپنی مراد کو پہنچا۔ جو مراد کو پہنچا۔ وہ حق پر ہوگا۔

اور جو اپنے ارادوں میں ناکام رہا۔ وہ بموجب فیصلہ الٰہی ظالم ہوگا ٭

سو حضرت مرزا صاحب نے جب اپنا دعویٰ لوگوں میں شائع کیا۔ تو سوائے چند دوستوں کے آپکے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اور آپ ایک چھوٹے سے گاؤں میں نہایت گمنامی کی حالت میں رہتے تھے۔ اور مہینوں گذر جاتے تھے۔ اور باہر سے کوئی آپ سے ملنے نہ جاتا تھا۔ دعویٰ کے شائع ہونے پر ہندوستان میں ایک کنارہ سے لیکر دوسرے کنارہ تک مخالفت کا وہ طوفانِ بے تمیزی اٹھا کہ الامان۔ تمام بڑے بڑے مولویوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ آپکو اسلام سے خارج قرار دیا۔ اور آپکے ساتھ ملنے اور آپ سے بات کرنے کو بھی موجب کفر بیان کیا۔ اور آپکو اور آپکے متبعین کو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا۔ اور اس بات کی سر توڑ کوشش کی۔ کہ کوئی شخص آپکی جماعت میں داخل نہ ہو۔ قادیان کی طرف جو راستہ جاتا ہے۔ اسپر آدمی بٹھائے۔ جو لوگوں کو آپ کی طرف جانے سے روکیں۔ لوگوں کی طبیعت پر اثر ڈالنے کے لیئے مکہ اور مدینہ سے بھی کفر کے فتوے منگائے۔ پھر یہیں تک نہیں۔ بلکہ آپ پر جھوٹے مقدمات قائم کیئے۔ تا کسی طرح آپ کو صفحہ دنیا سے میٹ دیا جاوے۔ مگر نتیجہ کیا ہوا؟ وہ جو قادیان کے ایک گوشہ میں گمنامی اور تنہائی کی حالت میں پڑا تھا۔ وہ اپنی موت سے پہلے پہلے ساری دنیا میں مشہور ہوا۔ وہ جو خدا کا فرمان لیکر اکیلا دنیا میں اٹھا تھا۔ وہ باوجود سخت مخالفت کے اپنے مرنے کے وقت چار لاکھ جان نثار انسانوں کا امام تھا۔ وہ جسکے ملنے کے لیئے کبھی کوئی شخص باہر سے نہ آتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں ہی یہ حالت دیکھ لی۔ کہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف کناروں سے اسکے پاس لوگ آئے۔ بلکہ افریقہ۔ عرب۔ شام۔ ترکی۔ یورپ اور امریکہ سے بھی ملنے کے لیئے لوگ آئے۔ اور اسکی باتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اسی نعمت الٰہی کو دیکھ کر تو حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔ ؎

زمینِ قادیاں اب محترم ہے ٭ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

مخالفوں نے کوشش کی۔ کہ یہ اکیلا اٹھا ہے۔ اکیلا ہی دنیا سے جاوے۔ مگر باوجود انکی سر توڑ کوشش کے وہ اپنے ارادوں میں نامراد رہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے انکی زندگی میں ہی چار لاکھ وفادار انسانوں کی جماعت دی۔ جو اب تو اور بھی بہت ترقی کر چکی ہے۔ پھر مخالفوں نے کوشش کی کہ یہ شخص ذلت اور رسوائی اور گمنامی کی حالت میں رہے۔ اور اسی حالت میں مرے۔ لیکن اس کا نام ماہتاب کی طرح دنیا پر چمکا۔ مخالفوں نے کوشش کی۔ کہ اسکے پاس کوئی نہ جاوے۔ اور

اس سے کوئی نہ ملے۔ اور اسکے لیئے انہوں نے اسکے راستہ میں آدمی بٹھائے۔ مگر خدا کے وعدہ کے موافق وہ ناکام رہے۔ اور دُور دراز ملکوں سے اس کے پاس لوگ آئے۔ اور اس سے برکت پائی۔ پس وہ ہر طرح بامراد ہُوا۔ اور اسکے مخالفوں کو نامرادی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ اس نے خدا پر افترا نہ کیا تھا۔ بلکہ وہ خدا کے بلائے سے بولتا تھا۔ اور خدا نے خود اسے دنیا کی اصلاح کے لیئے مامور فرمایا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ ہر ایک بات میں وہی کامیاب ہوا۔ اور اسکے مخالف اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ کیوں اسکے خلاف خدا نے ان جُبّہ پوشوں کی مدد نہ کی؟ آخر کوئی بات تھی۔ تبھی نہ۔ غرض یہ معیار بھی حضرت مرزا صاحبؑ کو اس صفائی کے ساتھ سچا ثابت کر رہا ہے۔ کہ کوئی شخص نیک نیتی کے ساتھ غور کرنیوالا آپ کے متعلق شک و شبہ میں نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب ایک مدعی دعویٰ کرتا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ یا وہ سچا ہوگا۔ اور یا اسکے مخالف حق پر ہونگے پس ان ہر دو فریقوں میں سے جو اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے۔ جان لو کہ وہی سچا ہے۔ کیونکہ انه لا یفلح الظّٰلمون۔ جو ظالم ہے۔ وہ بامراد نہیں ہوتا۔ آہ! کیا اس زمانہ کے لوگوں کے سامنے کا واقع نہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ اکیلے دنیا میں اُٹھے۔ اور دنیا کو للکارا کہ مجھے خدا نے دنیا کی اصلاح کے لیئے بھیجا ہے۔ وہ اس کام کے لیئے مجھے ایک بڑی جماعت دیگا۔ اور میری مدد فرمائیگا۔ اور دُور دراز سے میرے پاس لوگ آئیں گے۔ اور مجھ سے برکت پائینگے۔ دنیا نے اسکی مخالفت کی۔ اور چاہا کہ یہ اکیلا ہی۔ اسے کچل ڈالیں۔ مگر وہ اکیلا نہ تھا۔ اسکے ساتھ خدا تھا۔ اسلیئے اُس نے اپنی مرادیں پائیں۔ اور دشمن ذلیل و خوار ہوئے۔ اس نے کہا۔ کہ میرے ہاتھ سے ایک بیج بویا گیا ہے۔ اب وہ بڑھیگا اور پھولیگا اور پھلیگا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔ پس وہ بڑھا اور پھولا اور پھلا۔ اور اب بھی بڑھ اور پھول۔ پھل رہا ہے۔ اور کوئی اسے روک نہیں سکا۔ دنیا نے چاہا۔ کہ اسکے لگائے ہوئے پودے کو اکھیڑ کر پھینک دے۔ لیکن جب کسی نے اس کام کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ خود جڑ سے کاٹا گیا اور خدا کا فرمان پورا ہو کر رہا۔ کہ کتب اللّٰه لاغلبن انا ورسلی۔ اسجگہ ممکن ہے کسی شخص کو یہ وہم گذرے کہ مرزا صاحب نے تو اپنی بعثت کی غرض یہ بیان کی ہے۔ کہ دنیا میں سب اسلام پھیل جاوے۔ اور تمام سعید رُوحیں ایک جگہ ایک مذہب پر جمع ہو جاویں۔ اور اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب نہایت کمزوری کی حالت میں ہو جائیں۔ اور انکا زور بالکل ٹوٹ جاوے۔ اسلیئے چونکہ یہ سب کچھ مرزا صاحب

کی زندگی میں نہیں ہوا۔ اس لیئے معلوم ہوا۔ کہ وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچے۔ مگر یہ وہم نہایت بودا ہے۔ کیونکہ ایک تو کسی مامور کی بعثت کی انتہائی غرض ہوتی ہے۔ اور ایک اسکی اپنی زندگی میں پوری ہونیوالی باتیں ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ ہر ایک مامور اپنی بعثت کی انتہائی غرض کے لحاظ سے صرف ایک بیج بوتا ہے۔ جو کچھ تو اسکی زندگی میں مگر زیادہ تر اسکے بعد بڑھتا اور پھلتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی انتہائی غرض واقعی وہی ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی۔ مگر ان سب باتوں کا ظہور حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں مقدر نہ تھا۔ بلکہ یہ وعدے انشاء اللہ آپ کی جماعت کے ہاتھ سے اپنے وقت پر پوری ہونگے۔ اور ہو رہے ہیں۔ جس طرح دیکھو نبی کریمؐ کی انتہائی غرض کیا تھی؟ قرآن شریف فرماتا ہے۔ لیکون للعٰلمین نذیرًا۔ یعنی ہم نے رسول کو بھیجا ہے۔ تا وہ تمام جہان کو ڈرائے۔ اسی طرح فرمایا۔ ھو الذی ارسل رسوله بالھدٰے ودین الحق لیظھرہ علے الدین کله۔ یعنی ہم نے اس رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے۔ تا وہ اسلام کو باقی سب دینوں پر غالب کر دے۔ اسی قسم کی اور بھی کئی آیات ہیں۔ مگر دیکھیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت ہوئے آج تیرہ سو ۳۰ سال ہوتے ہیں۔ مگر کامل طور پر ان آیات کا مفہوم ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اور نبی کریمؐ کی زندگی میں تو بہت ہی کم حصہ اس غرض کا پورا ہوا تھا۔ کیا آپ نے اپنی زندگی میں تمام جہان کو ڈرایا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اسوقت دنیا میں بے شمار ایسی اقوام موجود تھیں۔ جن تک آپؐ کا آپؐ کی زندگی میں نام تک نہیں پہنچا کیا آجکل بھی ساری دنیا کو آپؐ کا نام پہنچ چکا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام کا سب مذاہب کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ ہرگز نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعثت کی انتہائی غرض جو ہوتی ہے۔ وہ مامور کی زندگی میں پوری نہیں ہوا کرتی۔ ہاں اسکی بنیاد رکھی جایا کرتی ہے۔ اور وہ یہاں بھی رکھ دی گئی ہے۔ بلکہ اسکے پورا ہونیکے آثار بھی ظاہر ہیں۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ دیکھے ؂

معیار ہفتم

ساتواں معیار صداقت قرآن شریف یہ بیان کرتا ہے:۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین۔ (پارہ ۲۹۔ رکوع ۶) یعنی اگر یہ رسول ہم پر کوئی بات بنا لیتا ہم نے

اسکو نہ کہا ہوتا۔ اور یہ ہماری طرف منسوب کر دیتا) تو ہم اُسے دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ اور پھر اسکی رگِ جان کاٹ ڈالتے۔ اور اُسکو کوئی بھی نہ بچا سکتا ؛

اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ گر بتایا ہے۔ کہ اللہ پر افترا کرنیوالا شخص جسکو اللہ نے مصلح بنا کر نہیں بھیجا۔ مگر وہ کہتا ہے۔ کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھ کو بھیجا ہے۔ کبھی مہلت نہیں پاتا۔ بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ جلد ہلاک کر دیتا ہے۔ اور ایسا شخص قتل کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر خدا پر جھوٹ باندھ کر بھی انسان مہلت پا جاوے۔ اور ہلاک و تباہ نہ ہو۔ تو مذہبی دنیا سے امان اُٹھ جاوے۔ اور جھوٹے اور سچے میں تمیز نہ رہے۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔ کہ وہ جو خدا پر افترا کرتا ہے۔ جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور اسکو مہلت ہی نہیں دیجاتی۔ کہ وہ لوگوں کو خدا کا نام لیکر گمراہ کرتا پھرے۔ دنیا میں دیکھ لیجئے۔ اگر کوئی شخص واقعی گورنمنٹ کا عہدہ دار نہ ہو۔ اور لوگوں کے سامنے ظاہر کرے۔ کہ مَیں گورنمنٹ کا عہدہ دار ہوں۔ مثلاً جھوٹا تحصیلدار بنکر معاملہ یا لگان وصول کرتا پھرے۔ تو ایسے آدمی کو گورنمنٹ فوراً گرفتار کر کے سخت عبرتناک سزا دیگی۔ تاکہ آیندہ کسی کو ایسا کرنیکی جرأت نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی طرف سے کوئی جھوٹا عہدہ دار نہیں بنتا۔ بلکہ ویسے ہی لوگوں کو ٹھگتا ہے۔ تو ایسے شخص کی طرف گورنمنٹ اس سختی اور جلدی کے ساتھ توجہ نہ کریگی۔ یہی حال خدائی سلطنت کا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عہدہ دار بنکر لوگوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ تو ایسے شخص کو خدا فوراً پکڑتا ہے۔ اور جلد ہلاک کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو امان اُٹھ جاوے۔ اسواسطے اللہ تعالیٰ اسنے نبی کریمؐ کی صداقت ثابت کرنیکے لیئے یہ دلیل بیان کی ہے۔ کہ اے لوگو! سوچو کہ اگر اسنے واقعی مجھ پر افترا کیا ہوتا۔ تو کیا مَیں اسے اتنی مُدت یونہی چھوڑ دیتا۔ نہیں بلکہ یہ تو کبھی کا ہلاک کیا جا چکا ہوتا۔ کیونکہ جو مجھ پر افترا باندھے۔ مَیں اسکو سختی کے ساتھ پکڑتا ہوں۔ اور اسکی رگِ جان کاٹ دیتا ہوں۔ پس نبی کریمؐ کا اپنے دعوے کے بعد اتنی مُدت تک ہلاک نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جھوٹے نہ تھے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے تھے۔ ناظرین پھر آیت کریمہ کے الفاظ پر نظر ڈالیں۔ خدا نے کیسا صاف اور موٹا معیار صداقت کا پیش کیا ہے۔ جو ہر ایک شخص باآسانی سمجھ سکتا ہے۔ فرماتا ہے۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه

الوتین - یعنی اگر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر افترا کرتا - تو میں اسکو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتا - اور پھر اسکی رگِ جان کاٹ دیتا - یعنی اب تک جو مَینے ایسا نہیں کیا - بلکہ وہ اپنا کام کرتا چلا جا رہا ہے - اور قتل اور ہلاک نہیں ہوا - تو اس سے ثابت ہوا - کہ مَینے ہی اسکو بھیجا ہے جس طرح اگر کوئی شخص گورنمنٹ کے سامنے اپنے آپکو گورنمنٹ کا عہدہ دار ظاہر کرے - اور لوگوں سے گورنمنٹ کا لگان و معاملہ وصول کرے - اور گورنمنٹ اسکو نہ پکڑے - تو اس سے یہ ثابت ہوگا - کہ وہ درحقیقت گورنمنٹ کا عہدہ دار ہے - واقعی یہ دلیل جو قرآن شریف نے بیان کی ہے - ایک امر ایک دو کی طرح نبی کریمؐ کی صداقت کا فیصلہ کر دیتی ہے - اور آپؐ کو منجانب اللہ ثابت کرتی ہے - اب ہم دیکھتے ہیں - تو یہ آیت لو تقول علینا الخ مکہ میں آپؐ کی بعثت کے سات آٹھ سال بعد نازل ہوئی تو گویا خدا تعالیٰ نے مکی زندگی کے ابتدائی سات آٹھ سال کو نبی کریمؐ کی صداقت پر دلیل گردانا ہے - اور فرمایا ہے - کہ اگر یہ جھوٹا ہوتا - تو اتنی مہلت اسے نہ ملتی - اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اسوقت تک نازل نہیں فرمایا - جبتک نبی کریمؐ نے اسقدر لمبی مہلت نہیں پا لی - جو آپؐ کی سچائی پر دلیل ہو سکے - کیونکہ اس سے پہلے نازل کرنا بالکل بے سود ہوتا - پس معلوم ہوا - کہ خدا کے نزدیک صرف سات آٹھ سال دعویٰ کے بعد مہلت کا ملجانا دلیل ہوتا ہے - اس بات پر کہ مدعی خدا کیطرف سے ہے - کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا - تو اتنی مہلت نہ پاتا - بلکہ اس سے پہلے ہی خدا اسکی رگِ جان کاٹ دیتا - جیسا کہ اُس نے خود بیان کیا ہے - لیکن چونکہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے - کہ بعض وقت مدنی آیات بھی مکی سورتوں میں آجاتی ہیں - اسلیئے ممکن ہے - یہ آیت مدنی ہو - تو گو یہ تاریخی طور پر بھی غلط ہے - لیکن ہم اسکو بفرض محال مان لیتے ہیں - مگر پھر بھی بہرحال مہلت پانیکا زمانہ تیئس (۲۳) سال سے تو کسی صورت میں بھی تجاوز نہیں کر سکتا - کیونکہ دعوے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی قدر عرصہ زندہ رہے - اب ہم نے دیکھنا یہ ہے - کہ آیا حضرت مرزا صاحب کو بھی الہام شائع کرنے اور دعویٰ کرنے کے بعد اسقدر مہلت ملی یا نہیں ؟ سو دنیا جانتی ہے - کہ الہام شائع کرنیکے بعد حضرت مرزا صاحب قریباً چھبیس برس زندہ رہے - یعنی سنہ ۱۸۸۲ء کے قریب آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کیا - اور اپنے الہامات شائع کیئے - اور سنہ ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات ہوئی - اور اس درمیانی عرصہ میں بھی آپ لگاتار اپنے الہامات شائع فرماتے رہے - اور اپنے

دعویٰ پر تحدی کے ساتھ قائم رہے۔ اب سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب خدا پر افترا کرتے تھے۔ اور انکا دعویٰ نعوذ باللہ جھوٹا تھا۔ تو انکو اسقدر لمبی مہلت کیوں ملی۔ جو تیئس سال سے بھی زیادہ ہے۔ کیا اس زمانہ میں خدا اپنے فیصلہ کو بھول گیا؟ تعجب ہے۔ ایک شخص اسکی طرف سے اپنے آپکو ظاہر کرکے لوگوں کو گمراہ کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر وہ اسکو نہیں پکڑتا۔ کیا دعوے کے بعد حضرت مرزا صاحب کا اسقدر لمبی مہلت پانا اس بات پر یقینی ثبوت نہیں ہے۔ کہ آپ خدا کی طرف سے تھے؟ دیکھو خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مجھ پر افترا باندھے۔ اور جھوٹا مدعی ماموریت بنکر لوگوں کو دھوکا دیتا پھرے۔ تو میں اسکو مہلت نہیں دیتا۔ بلکہ اسکو جلد پکڑتا ہوں۔ اور ہلاک کردیتا ہوں۔ پھر نبی کریمؐ پر یہ آیت چسپاں فرما کر اس نے ہم کو یہ بھی بتا دیا۔ کہ مہلت سے سات آٹھ سال کے قریب کا عرصہ مراد ہے (یا زیادہ سے زیادہ تیئس سال کا) تو کیا حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کے بعد تیئس سال سے بھی زیادہ زندہ رہنا اور ہلاک نہ ہونا اس بات کو روز روشن کی طرح ثابت نہیں کرتا۔ کہ آپ مفتری علی اللہ نہ تھے۔ یونہی خواہ مخواہ ایک شخص کو جھوٹا قرار دیدینا اور بات ہے۔ مگر بات تو تب ہو کہ قرآن شریف کی آیات اسکو جھوٹا ثابت کریں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں مفتری علی اللہ کو جلد پکڑتا ہوں۔ اور ہلاک کردیتا ہوں۔ مگر مرزا صاحب بقول مخالفین کے خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اور ہر رات کو اپنی طرف سے کچھ بناتے ہیں۔ اور صبح اٹھ کر کہدیتے ہیں۔ کہ یہ خدا نے مجھے کہا ہے۔ اور لگاتار تیس سال کے قریب ایسا کرتے رہتے ہیں۔ مگر خدا انکو نہیں پکڑتا ہے۔ اور اپنے اس وعدہ کو بھول جاتا ہے۔ جو اس نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ آخر انصاف بھی تو کوئی چیز ہے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کا انکار کرکے دوسرے نبیوں کو بھی چھوڑ دوگے۔ کیونکہ جو دلائل باقی نبیوں کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ وہی مرزا صاحب کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ جب مرزا صاحب قریباً تیس سال خدا پر افترا کرکے بچ گئے۔ اور خدا نے ان کو اس عرصہ کے اندر ہلاک نہیں کردیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئس سال مہلت پانا کس طرح آپ کے صدق کی دلیل ٹھیر سکتا ہے۔ مگر قرآن شریف میں تو خدا نے تیئس تو الگ رہے۔ سات آٹھ سال کی مہلت پا جانے کو نبی کریمؐ کی صداقت پر دلیل ٹھیرایا ہے۔ اور صاف فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ مفتری علی اللہ ہوتا۔ تو کبھی کا ہلاک ہوچکا ہوتا۔ اور اتنی مہلت نہ پاتا۔ تو اس صورت میں حضرت مرزا صاحب کا اسقدر لمبی مہلت پا جانا آپکی صداقت پر دلیل ٹھیرایا نہیں؟ آہ! افسوس قرآن شریف نے کھول کھول کر

بیان کیا۔ مگر دنیا نہیں دیکھتی۔ اور حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں ان باتوں کو چھوڑ رہی ہے۔ جنکو چھوڑ کر اور نبیوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ بلکہ خود خاتم النبیین کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔ اور انہوں نے خدا پر افترا کیا تھا۔ تو پھر یہ دلیل غلط ٹھیری۔ کہ مفتری علی اللہ کو اللہ تعالیٰ جلد پکڑتا اور ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اُسے ہرگز کبھی لمبی مہلت نہیں دیتا۔ تو پھر کیوں اس دلیل کو خدا نے قرآن شریف میں نبی کریمؐ کی صداقت میں بیان فرمایا ہے؟ ہائے افسوس مرزا صاحبؑ کی مخالفت نے ہمارے مسلمان بھائیوں کو کیسا اندھا کر رکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل کو رد کر رہے ہیں۔ سچ ہے جب انسان ایک سچائی کو چھوڑتا ہے۔ تو پھر اُسے اور بھی کئی سچائیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ قرآن شریف کس طرح کھول کھول کر حضرت مرزا صاحبؑ کی سچائی ثابت کر رہا ہے مگر یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ افسوس لوگوں پر۔ کوئی بھی تو اللہ کی طرف سے رسول ایسا نہیں آیا جس کی لوگوں نے مخالفت نہ کی ہو۔ اور جسکی باتوں کو ہنسی اور ٹھٹھے میں نہ اُڑایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو تھوڑی بہت عقل دی ہے۔ آخر غور تو کرنا چاہیئے۔ کہ کیا مرزا صاحبؑ کی صداقت کے دلائل ہم نے اپنی طرف سے قرآن شریف میں داخل کر دیئے ہیں۔ کیا جو آیات حضرت مرزا صاحب کو سچا ثابت کر رہی ہیں۔ وہ محمد رسول اللہؐ پر نازل نہیں ہوئیں۔ اور کیا وہ قرآن پاک کا حصہ نہیں؟

معیار ہشتم آٹھواں معیار صداقت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔ فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول (سورۃ جن)۔ یعنی اللہ تعالیٰ مصفّا غیب پر کسی کو کثرت کے ساتھ مطلع نہیں کرتا۔ مگر اسی کو جسکو وہ رسول بنا کر چن لیتا ہے۔" اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بیان فرمایا ہے۔ کہ مصفّا غیب یعنی ایسا غیب جس کا علم خدا کی ذات کے ساتھ خاص ہو۔ جیسا کہ لفظ غیبہٖ سے ظاہر ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق غیب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ جو ہر ایک غیب پر بولا جا سکتا ہے۔ بلکہ غیبہٖ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جو صرف ایسے غیب پر بولا جائیگا۔ جس کا علم اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہو۔ یعنی وہ قیاس وغیرہ سے معلوم نہ ہو سکے۔ بلکہ اس کا معلوم کرنا حالات موجودہ کے ماتحت انسانی علم سے بالاتر ہو) کثرت کے ساتھ صرف رسولوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ کثرت کا مفہوم کہاں سے نکلا۔ کیونکہ ایسا لفظ تو بظاہر آیت میں موجود نہیں۔ سو اسکے لیئے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عربی زبان میں جب اظہر کے ساتھ

علی کا صلہ آوے۔ تو اسکے معنی غالب کر دینے کے ہوتے ہیں۔ جیساکہ خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ (سورۃ توبہ) یعنی اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے۔ ہدایت اور دین حق کے ساتھ۔ تا وہ اسے باقی تمام دینوں پر غالب کر دکھائے"۔ پس آیت زیر بحث کے اصل معنی یہ ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ مصفّا غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا۔ مگر اُسے۔ جسکو چن لیتا ہے رسول بنا کر۔ اور ظاہر ہے۔ کہ غیب پر غلبہ دیدینے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ کثرت کے ساتھ غیب پر مطلع کیا جاوے۔ ورنہ کُلّی طور پر تو غیب کا مستقل علم کسی بشر کو بھی نہیں ہوتا۔ جیساکہ نبی کریمؐ کے متعلق فرمایا:۔ قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ مصفّا غیب پر کثرت کے ساتھ صرف رسولوں کو ہی اطلاع دیجاتی ہے۔ گو دوسروں کو بھی گاہے گاہے سچے خواب آجائیں۔ یا کوئی الہام ہوجائے۔ مگر کثرت کا مفہوم صرف رسولوں میں ہی پایا جاتا ہے ؏

اب ہم اس اصول کے ماتحت حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کو پرکھتے ہیں۔ تو صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ منجانب اللہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت کے ساتھ آپ کو امور غیبیہ پر اطلاع دیگئی اور آپکی سینکڑوں پیشگوئیاں کمال صفائی کے ساتھ پوری ہوئیں۔ مگر اس نہایت مختصر مضمون میں اتنی گنجائش نہیں۔ کہ ان سب کو یہاں بیان کیا جاوے۔ حضرت مرزا صاحب کی مختلف تصانیف میں مختلف مقامات پر انکا مفصل ذکر موجود ہے۔ شوق رکھنے والے ناظرین ضرور انکا مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کلام میں حضرت مرزا صاحب پر آئندہ زمانہ کے حالات کشف کیئے۔ اس مضمون میں آپ کی صرف چند پیشگوئیوں کو مختصراً بیان کیئے دیتا ہوں۔ تاکہ ناظرین اس بات کا اندازہ لگا سکیں۔ کہ حضرت صاحبؑ کی پیشگوئیاں کس شان و شوکت کی ہیں ؏

سو واضح ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو قریباً ۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہُوا تھا کہ:۔ یاتون من کل فج عمیق ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس (براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱) یعنی تیرے پاس دنیا کے دُور دراز رستوں سے لوگ آئینگے۔ اسوقت مخلوق خدا سے اپنا مُنہ نہ پھیریو۔ اور لوگوں کی کثرت آمد سے تھک نہ جائیو"۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا یہ الہام اسوقت کا ہے۔ جب آپنے ابھی کوئی دعویٰ وغیرہ نہ کیا تھا۔ بلکہ قادیان کے ایک گوشہ تنہائی میں گمنامی کی حالت میں اپنے

دن گذارتے تھے۔ اور کوئی آپ کو نہ جانتا تھا حتّٰی کہ بوجہ آپکی خلوت پسند طبیعت کے خود قصبہ قادیان کے بعض باشندوں کی نظر سے آپ پوشیدہ تھے۔ اور باہر سے تو کوئی شخص آپ سے ملنے کے لیئے نہ آتا تھا۔ اور قادیان کے نام سے بھی بیرونی دنیا ناواقف تھی۔ اسوقت اللہ تعالیٰ جو غیبوں کو جانتا ہے۔ اس نے آپکو خبر دی۔ کہ دنیا کے مختلف کناروں سے تیرے پاس لوگ آئینگے۔ اور اس کثرت سے آئینگے۔ کہ اگر کوئی معمولی آدمی ہو۔ تو انکی کثرت سے تھک جاوے۔ سو دیکھو کہ ایسا ہوا یا نہیں؟ ذرا تعصب سے الگ ہو کر غور کرو۔ کہ ایک شخص ایک نہایت گمنام گاؤں میں گوشہ تنہائی میں بے یارومددگار پڑا ہوا ہے۔ اور وہ اس حالتمیں خدا سے الہام پاکر اعلان کرتا ہے۔ کہ وقت آتا ہے۔ جب مجھے ملنے کیلیئے دنیا کے دُور دراز رستوں سے چلکر لوگ میرے پاس آئینگے۔ پھر اس اعلان کے چند سال بعد کیا ہوتا ہے؟ وہ ایک ایسا دعویٰ شائع کرتا ہے۔ کہ جس سے ساری ملک میں ایک آگ لگ جاتی ہے۔ اور اسکے خلاف ایک ایسا طوفانِ بے تمیزی برپا ہوتا ہے۔ کہ خدا کی پناہ! اور اس کے جو دو چار تعلقدار تھے۔ وہ بھی اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے رشتہ دار بھی اس سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور دنیا ناخنوں تک زور لگاتی ہے۔ کہ وہ ذلت اور گمنامی اور ناکامی کی حالتمیں اس جہان سے رخصت ہو۔ اور اسکی طرف جانے سے لوگوں کو روکا جاتا ہے اور اسکے ملنے والوں کو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا جاتا ہے۔ مگر باوجود اسکے آخر کار خدا کا فرمان پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ اور دنیا کے دُور دراز ملکوں سے لوگ اسکے ملنے کے لیئے آتے ہیں۔ اور اس کثرت سے آتے ہیں۔ کہ اگر وہ پہلے سے ہی متنبہ نہ کر دیا جاتا۔ تو شاید وہ لوگوں کی کثرت سے تھک ہی جاتا۔ اس نشان کے پورا ہونیکا حضرت مرزا صاحبؑ یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

"اس پیشگوئی کو خوب سوچنا چاہیئے۔ اور خوب غور سے سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے پیشگوئی نہ ہوتی۔ تو یہ طوفان مخالفت جو اٹھا تھا۔ اور تمام پنجاب اور ہندوستان کے لوگ مجھ سے ایسے بگڑ گئے تھے جو مجھے پیروں کے نیچے کچلنا چاہتے تھے۔ ضرور تھا۔ کہ وہ لوگ اپنی جان توڑ کوششوں میں کامیاب ہو جاتے۔ اور مجھے تباہ کر دیتے۔ لیکن وہ سب کے سب نامراد رہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ انکا اسقدر شور اور میرے تباہ کرنیکے لیئے اسقدر کوشش اور یہ پُر زور طوفان جو میری مخالفت میں پیدا ہوا۔ یہ اسلیئے نہیں تھا۔ کہ خدا نے مجھے تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ بلکہ اسلیئے

تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کی شان ظاہر ہو۔ اور تا خدائے قادر جو کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کے مقابل اپنی طاقت اور قوت دکھلاوے۔ اور اپنی قدرت کا نشان ظاہر کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ کون جانتا تھا۔ اور کس کے علم میں یہ بات تھی۔ کہ جبکہ میں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح بویا گیا۔ اور بعد اسکے ہزاروں پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ اور آندھیاں چلیں۔ اور طوفان آئے۔ اور ایک سیلاب کی طرح شور بغاوت میرے اس چھوٹے سے تخم کے اوپر پھر گیا۔ پھر بھی میں ان صدمات سے بچ جاؤں گا؟ سو وہ تخم خدا کے فضل سے ضائع نہ ہوا۔ بلکہ بڑھا۔ اور پھولا۔ اور آج وہ ایک بڑا درخت ہے۔ جسکے سایہ کے نیچے تین لاکھ انسان آرام کر رہا ہے۔ یہ خدا ہی کا کام ہیں۔ جنکے ادراک سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ اے لوگو! کبھی تو خدا سے شرم کرو! کیا اسکی نظیر کسی مفتری کی سوانح میں پیش کر سکتے ہو؟"

غرض باوجود ہزاروں قسم کی روکوں کے یہ پیشگوئی کمال صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور قادیان مرجع خلائق ہو کر رہا۔ کیا ایک مفتری انسان آئندہ زمانہ کی خبر اس صفائی کے ساتھ بتا سکتا ہے۔ اور خبر بھی وہ خبر جسکے پورا ہونیکے راستہ میں ہزاروں لاکھوں قسم کی روکیں ہوں۔+

پھر اسی براہین احمدیہ میں آپ کا یہ الہام درج ہے کہ:۔ شاتان تذبحان وکل من علیہا فان۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم) یعنی دو بے گناہ آدمی جبراً قتل کیے جائیں گے۔ مگر غم نہ کر۔ کیونکہ دنیا میں جو ہے۔ اُس نے آخر مرنا ہے" الہام الٰہی میں جو بے گناہ دبے ضرر آدمی کیلئے شاۃ کا لفظ رکھا گیا ہے۔ اس میں بھی ایک بھید ہے۔ کیونکہ شاۃ کے معنی بکری کے ہیں۔ اور بکری چونکہ ایک نہایت بے ضرر جانور ہے۔ اور اپنے بچاؤ کا کوئی ظاہری سامان نہیں رکھتا۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے آپکو ذبح کرنیوالے کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اسلیئے عالم کشف و رؤیا میں شاۃ کی تعبیر بے ضرر اور بے گناہ انسان کی ہوا کرتی ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے کئی سال پہلے آپکو الہام کیا۔ کہ آپکے ساتھ تعلق رکھنے والے دو بے ضرر و بے گناہ انسان سختی کے ساتھ پکڑ کر قتل کیے جائینگے۔ اور پھر اسکے آگے اللہ تعالیٰ نے تسلی دی۔ کہ دنیا جائے فانی ہے سب نے آگے پیچھے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ تسلی دینا ظاہر کرتا ہے۔ کہ مقتول مخاطب کے متعلقین میں سے ہونگے۔ اب دیکھئے۔ بظاہر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ کیونکہ حضرت

مرزا صاحب نے ہندوستان میں دعویٰ کیا۔ اور ہندوستان خدا کے فضل سے ایک ایسی حکومت کے ماتحت ہے جو کسی کے مذہب میں کوئی دخل نہیں دیتی۔ اور نہایت امن پسند ہے۔ اور ملک میں ہر طرح کا امن قائم رکھتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو غیبوں کو جانتا ہے۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی جماعت کے دو معزز اشخاص بالکل بے جرم سختی کے ساتھ قتل کیئے جائینگے۔ چنانچہ جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ کہ جب حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کا چرچا ہوا۔ تو ملک افغانستان میں بھی بہت سعید الفطرت لوگوں نے آپ کو قبول کیا۔ ان سب میں سے خاص طور پر ممتاز صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب تھے۔ جن کے کئی ہزار مرید تھے اور جو اپنی دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے بھی اتنی بزرگی رکھتے تھے۔ کہ امیر حبیب اللہ خان کی تاجپوشی کے موقعہ پر اُنہوں نے ہی امیر کے سر پر عمامہ باندھا تھا۔ اور وہ امیر کے بڑے معتمد علیہ لوگوں میں سے تھے انہوں نے جب سُنا۔ کہ قادیان میں حضرت مرزا صاحب نے مسیح اور مہدی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ تو انہوں نے اپنے معتبر شاگرد مولوی عبد الرحمن خان کو بھیجا۔ تاکہ وہ پنجاب میں آکر حضرت مرزا صاحب کے متعلق پوری تحقیقات کرے۔ چنانچہ مولوی عبد الرحمن خان یہاں آئے۔ اور احمدی ہوگئے۔ اور وہاں جاکر صاحبزادہ صاحب سے بیان کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہر طرح سچا معلوم ہوتا ہے۔ مگر امیر کابل کو عبد الرحمن خان کے احمدی ہونے کا علم ہوگیا۔ اور اس نے بڑی بے رحمی کے ساتھ اسکے قتل کیئے جانیکا حکم دیا۔ چنانچہ وہ مظلوم بکری کی طرح ظالموں کے ہاتھ سے بے گناہ مارا گیا۔ مگر اُس نے حق کو نہ چھوڑا۔ پھر صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو قادیان میں آنیکا شوق ہوا۔ چنانچہ کسی طرح امیر سے رخصت لیکر افغانستان سے باہر نکلے۔ اور قادیان پہنچے۔ یہاں آکر انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ اور سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ جب وہ ملک افغانستان میں واپس گئے۔ تو انکو امیر نے سختی کے ساتھ پکڑا۔ اور کابل کے قاضی نے انپر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جسکی وجہ سے وہ قید خانہ میں ڈالے گئے۔ اور انکو طرح طرح کی تکالیف میں ڈالا گیا۔ دوران قید میں کئی دفعہ امیر نے خود کہا۔ کہ دیکھو تم احمدیت سے توبہ کرلو۔ لیکن انہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ میں نے جو حق پایا ہے اُسے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ بالآخر امیر نے انکے سنگسار کیئے جانیکا حکم صادر کیا۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب کے ناک میں سوراخ کرکے رسی ڈالی گئی۔ اور انکو شہر کے باہر ایک بڑے میدان میں لیجاکر کمر تک زمین کے اندر گاڑ دیا گیا۔ اسکے بعد پھر امیر انکے پاس آیا۔ اور کہا کہ اب بھی اگر توبہ کرلو۔ تو میں انکو

پہلے سے بھی زیادہ معزز بنا دونگا۔ لیکن انہوں نے وہی جواب دیا۔ جو پہلے دیا تھا۔ کہ جب ایک شخص کی سچائی میرے اوپر کُھل چکی ہے۔ اور مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تو میں اسکو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اور جان کو ایمان پر مقدم نہیں رکھ سکتا۔ اسپر امیر نے پتھراؤ کا حکم دیا۔ چنانچہ اس مظلوم نے اس طرح پتھروں کی بوچھاڑ کے نیچے جان دی۔ اور ایسی استقامت دکھائی۔ کہ ایک آہ بھی اُسکے مُنہ سے نہ نکلی۔ اب دیکھو کہ کس طرح خدا کا وہ فرمان پُورا ہُوا۔ کہ احمدی جماعت کے دو بے ضرر انسان زبردستی پکڑ کر بے جرم قتل کیئے جاوینگے۔ ناظرین اپنی جگہ انصاف سے سوچیں۔ کہ کیا کسی بشر کو یہ طاقت ہے۔ کہ بیس پچیس سال پہلے اس صفائی کے ساتھ آیندہ ہونیوالے واقعہ کی خبر دے ؛

پھر ابھی ہندوستان میں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو اس کے ہندوستان میں پھیلنے سے اطلاع دی۔ پھر ابھی ہندوستان کے ایک دو شہروں میں ہی اسکے کیس ہوئے تھے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دیکھا۔ کہ پنجاب کے مختلف شہروں میں چھوٹے چھوٹے سیاہ پودے کثرت کے ساتھ لگائے جارہے ہیں۔ اور جب آپنے خواب ہی میں دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ تو جواب ملا۔ کہ یہ طاعون کے پودے ہیں۔ پھر آپکو الہام ہُوا۔ کہ الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ یعنی بیماریاں بہت پھیلیں گی۔ اور جانیں ضائع ہونگی۔ چنانچہ اسکے بعد نہایت شدت کے ساتھ طاعون پنجاب کے مختلف شہروں میں پھوٹا۔ اور لاکھوں آدمی ہلاک ہوگئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اسی ضمن میں آپنے یہ بھی پیشگوئی فرمائی۔ کہ طاعون سے احمدی جماعت کے لوگ نسبتاً بالکل امن میں رہینگے۔ چنانچہ مشاہدہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس مہلک عذاب سے احمدی سوائے شاذو نادر کے امن میں رہے۔ اور اس نشان کو دیکھکر ہزاروں لوگ حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہوئے۔ بعض جگہ تو ایسا ہُوا۔ کہ گاؤں کا بیشتر حصہ طاعون سے تباہ ہو گیا۔ مگر احمدی بالکل محفوظ رہے۔ پھر طاعون کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔ انّی احافظ کل من فی الدار۔ یعنی جو تیری چار دیواری کے اندر ہیں۔ میں انکی حفاظت کرونگا چنانچہ اس الہام کے بعد قادیان میں بھی طاعون پڑی۔ مگر ایسی کبھی نہیں پڑی کہ گاؤں کو ہی تباہ کردے۔ جیسا کہ اور اکثر جگہ ہُوا۔ کیونکہ اسکے متعلق بھی حضرت صاحب کا الہام تھا۔ کہ تباہ

کردینے والی طاعون قادیان میں نہیں پڑیگی) اور بعض دفعہ سخت حملے بھی ہوئے۔ لیکن جبکہ آپکے گھر کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے لوگ طاعون کا شکار ہورہے تھے۔ آپ کا گھر جو چاروں طرف سے دوسرے گھروں کے ساتھ ملحق ہے۔ اور جسمیں قریبًا ستر اسی آدمی رہتے ہیں۔ وہ بالکل محفوظ رہا۔ اور ابتک ہے۔

پھر پنڈت لیکھرام جو آریہ مذہب کا ایک بڑا لیڈر تھا۔ اسکے ساتھ جب آپکا مقابلہ ہوا۔ تو آپنے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر اسکے متعلق پیشگوئی فرمائی جسکا ماحصل یہ تھا۔ کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے اندر عید کے ساتھ والے دن ہلاک کیا جائیگا۔ اور اس پیشگوئی کی وجہ یہ تھی۔ کہ پنڈت لیکھرام نے حضرت مرزا صاحب اور اسلام کے خلاف بہت گندی سے گندے مضامین لکھے تھے۔ اور پرلے درجہ کی بے باکی دکھائی تھی۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابلہ پر مباہلہ کے میدان میں آیا تھا۔ اور آپسے نشان طلب کیا تھا۔ جسپر حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق مندرجہ بالا خبر دی تھی۔ کہ وہ چھ سال کے اندر اندر عید کے دوسرے دن ہلاک کیا جائیگا۔ چنانچہ سب جانتے ہیں۔ کہ لیکھرام پیشگوئی کے پانچویں سال عید کے دوسرے دن یعنی چھ مارچ ۱۸۹۷ء کو لاہور میں قتل کیا گیا۔ اور اس طرح ہمیشہ کے لیئے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر مہر لگ گئی۔ اس نے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف اپنی زبان اور قلم کی چھری چلائی۔ اللہ نے بھی اسکے جواب میں ایک چھری سے ہی اس کا کام تمام کیا۔ انّ فی ذالک لعبرۃ ٭

پھر عجیب بات یہ کہ آجتک قاتل کا باوجود ہزار کوشش کے کوئی پتہ نہیں چلا۔ معلوم نہیں کہ وہ کوئی آدمی تھا۔ کہ جو مخفی ہوگیا۔ یا کوئی فرشتہ تھا۔ جو آسمان پر چڑھ گیا۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ کہ جسوقت لیکھرام کا قتل ہوا۔ اسوقت اسکے مکان کی ڈیوڑھی میں کوئی باہر سے ملنے والا آیا ہوا تھا۔ اسلیئے قاتل باہر تو نہیں جا سکتا تھا۔ بلکہ جیسا کہ لیکھرام کی بیوی وغیرہ کی روایت ہے۔ وہ قتل کرکے چھت کے اوپر چڑھ گیا۔ اور پھر وہاں سے غائب۔ اس پیشگوئی کی اشتہاروں اور کتب کے ذریعہ لاکھوں لوگوں میں پہلے سے اشاعت کردیگئی تھی۔ اور خود آریوں کی طرف سے بھی اسکی کافی اشاعت ہوچکی تھی۔ کیونکہ وہ اسوقت تو خود حضرت مرزا صاحب کی ہلاکت کے منتظر تھے۔ اور نہیں جانتے تھے۔ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آنیوالا ہے ٭

پھر ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق بھی مباحثہ کے بعد حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی فرمائی کہ وہ پندرہ مہینہ کے اندر اندر ہلاک ہوجائیگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور اس پیشگوئی کے اندر

دراصل دو پیشگوئیاں تھیں۔ جیساکہ الفاظ "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" سے ظاہر ہے۔ یعنی ایک یہ کہ اگر وہ رجوع نہ کریگا۔ تو ضرور پندرہ مہینے کے اندر پکڑا جائیگا۔ اور دوسری یہ کہ۔ اگر وہ رجوع کریگا۔ تو پندرہ مہینے کے اندر نہیں مریگا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ ہر دو پیشگوئیاں صریح غیب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ نہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں آدمی اتنے عرصہ کے اندر مر جائیگا۔ اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اتنے عرصہ کے اندر نہیں مریگا۔ غرض حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر مندرجہ بالا پیشگوئی عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق فرمائی۔ اور وہ پوری ہوئی۔ کیونکہ پیشگوئی سُنکر آتھم کے اُوپر سخت ہیبت طاری ہوئی اور اس نے ایک بھری مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ حالانکہ وہ اپنی کتاب میں پہلے ایسا لکھ چکا تھا۔ اور اسکے علاوہ میعاد کے اندر اُس نے بڑی گھبراہٹ کے ساتھ دن گذارے۔ کبھی ایک شہر میں چلا جاتا۔ اور کبھی دوسرے میں۔ اور وہ راتوں کو ڈر کر اُٹھتا۔ اور اُسے راستہ میں یونہی وہمی سانپ نظر آتے۔ علاوہ ازیں پہلے تو وہ ہر طرح تقریر اور تحریر میں اسلام کے خلاف بولتا رہتا تھا۔ مگر میعاد کے اندر وہ خاموش رہا۔ غرض اُس نے کئی طرح سے اپنے دلی خوف کا اظہار کیا۔ اور جب پندرہ مہینے کی میعاد گذرنے پر حضرت مرزا صاحب نے اسکے لئے پے در پے کئی ہزار روپے کے انعامی وعدہ کے ساتھ اشتہار شائع کیئے۔ کہ وہ قسم کھا جائے۔ کہ میعاد کے اندر اسپر خوف مستولی نہیں رہا۔ اور یہ کہ اسلام کا رعب اسپر غالب نہیں ہوا۔ تو اس نے قسم کھانے سے پہلوتہی کی۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ اس نے ضرور دل میں رجوع کیا۔ اور رجوع دل ہی کی کیفیت کا نام ہے۔ ہاں بے شک ظاہر میں شواہد موجود ہونے چاہئیں۔ اور وہ نمایاں طور پر موجود ہیں۔ غرض ایک پیشگوئی تو اس طرح پوری ہوئی۔ اور اسکے ساتھ کی دوسری اس طرح سے پوری ہوئی۔ کہ جب اُس نے میعاد گذرنے پر اپنے آپ کو امن میں سمجھا۔ اور قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اور اس طرح اپنی خاموشی سے مخلوق خدا کو دھوکا دینا چاہا اور شوخی کا پہلو اختیار کیا۔ تو اسکے متعلق جو حضرت مرزا صاحب کا آخری اشتہار شائع ہوا تھا۔ جسمیں اُسکو قسم کے لیئے بلایا گیا تھا۔ اور کئی ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا تھا۔ اسکے بعد پندرہ مہینے کے اندر اندر عبداللہ آتھم حضرت مرزا صاحب کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دیکھتا ہوا بکمال حسرت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا۔

پھر جب بنگال کو دو حصہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ یعنی مشرقی اور مغربی بنگال۔ تو اسپر بنگالیوں نے

بہت شور مچایا کہ یہ تقسیم منسوخ ہونی چاہیئے۔ مگر گورنمنٹ کی طرف سے صاف انکار کیا گیا۔ اور یہی کہا گیا۔ کہ اب یہ تقسیم قائم رہیگی۔ اور حکام بالا نے اس تقسیم کو اٹل قرار دیا۔ اور بڑے بڑے مدبرین ملک اور پارلیمنٹ نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا۔ کہ یہ فیصلہ منسوخ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ بنگالی بھی مایوس ہو کر خاموش ہو گئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کی زبان پر جاری کیا کہ :۔ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی ہوگی۔" اسوقت تقسیم کا فیصلہ ایسا قطعی طور پر ہو چکا تھا۔ کہ بعض بنگالی اخباروں نے اس پیشگوئی پر ہنسی اڑائی۔ کہ باوجود بنگالیوں کے شور کے مدبرین ملک اور پارلیمنٹ تو قطعی فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ اب یہ حکم قائم رہیگا۔ لیکن یہ شخص ایک گاؤں کا رہنے والا کہتا ہے۔ کہ نہیں بنگالیوں کی مزدوراس حکم کے متعلق دلجوئی کیجائیگی۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ یہ آدمی تو بے شک ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ مگر وہ بول اس خدا کے حکم سے رہا ہے۔ جو سب غیبوں کو جانتا ہے۔ چنانچہ وہی خداوند جس نے حضرت مرزا صاحب کو یہ الہام کیا تھا۔ کہ بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی۔ وہ ہمارے ملک معظم جارج پنجم کو تاجپوشی کیلیئے لنڈن سے چھ ہزار میل پر دہلی میں لایا۔ اور انکے منہ سے اعلان کروایا۔ کہ تقسیم بنگالہ منسوخ کیجاتی ہے۔ اللہ اکبر۔ کس صفائی کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی :

پھر آپ نے ۱۹۰۵ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے اندر موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ اور اس جنگ کا ایسا نقشہ کھینچا۔ کہ اسکو مطالعہ سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے:۔

"اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ❊ جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب ❊ اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر ❊ نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن ❊ صبح کر دیگی انہیں مثل درختان چنار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں ❊ سرخ ہو جائینگے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ❊ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان ❊ آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا ❊ کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

پھر اسی کے متعلق آپنے نثر میں لکھا۔ کہ خدا نے آپکو بتایا ہے۔ کہ :۔

"زمین پر اسقدر تباہی آئیگی - کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا - ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی - اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائینگے - کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہیں تھی ...... وہ دن نزدیک ہیں - بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھیگی ...... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں - اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں - اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمھاری مدد نہیں کریگا - میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں - اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

پھر اس جنگ کے بحری حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلام نے ظاہر کیا کہ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" - اب دیکھیئے یہ ساری پیشگوئی کس صفائی کے ساتھ پوری ہو رہی ہے - آہ! اگر لوگوں کے دل میں صداقت کی تلاش ہو - تو یہی ایک پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کو صادق ثابت کرنیکے لیئے بہت کافی ہے - پھر دیکھیئے - کہ اس پیشگوئی میں زار روس کی حالت کا کیسا نقشہ کھینچا گیا ہے - حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ :- ؎

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ۞ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

اخبارات کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ زار کا اس جنگ میں وہ حال زار ہوا ہے - کہ سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - کجا وہ عیش و عشرت کیساتھ کروڑوں انسانوں پر حکومت کر رہا تھا - اور ایک نہایت وسیع ملک کا خود مختار بادشاہ تھا - مگر کجا اب ہزار ذلت کے ساتھ قید میں پڑا ہوا ایک تلخی کی زندگی گذار رہا ہے کیا اسکی حالت زار زبان حال سے پکار پکار کر حضرت مرزا صاحب کی صداقت نہیں بیان کر رہی - ذرا اپنے ذہنوں میں یہ نقشہ تو جماؤ - کہ ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا - جس نے اپنی ساری زندگی گوشہ نشینی میں ہی گذار دی - کس طرح تمھارے سامنے دنیا کی آیندہ حالت کا نقشہ کھینچ رہا ہے ؛

یہ چند پیشگوئیاں میں نے بطور نمونہ اس موقعہ پر بیان کی ہیں - ورنہ حضرت مرزا صاحب کو جو نشانات اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں - انکا تو ایک دریا بہ رہا ہے - مگر افسوس باوجود کھلے کھلے نشانات کے دنیا خواب غفلت میں پڑی سوتی ہے - اور نہیں دیکھتی - کہ سورج اپنی چمکدار شعاعوں کے ساتھ نکل چکا ہے - بھلا ناظرین اپنی اپنی جگہ تعصب سے الگ ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کریں - کہ جب تک اللہ تعالیٰ ہی خود نہ بتائے کیا انسان کو اسقدر صفائی کے ساتھ غیب پر اطلاع ہو سکتی ہے - بیشک قیافہ سے بعض باتوں کا پیش از وقت

پتہ لگ سکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک طالب علم کمزور اور کند ذہن ہو۔ تو اس کی نسبت اُستاد کا یہ اندازہ کہ وہ فیل ہو جائے گا۔ بیشک اکثر درست نکلیگا۔ اور گو بظاہر یہ بھی ایک غیب کی خبر ہوگی۔ مگر یہ مصفّا غیب نہیں کہ اس کا علم اللہ تعالٰے ہی کے ساتھ خاص ہو۔ بلکہ تجربہ سے انسان ایسے غیب پر ایک حد تک قادر ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ مصفّا غیب جس کا علم خاص باری تعالٰی کا حصہ ہے۔ اسپر کثرت کے ساتھ سوا رسولوں کے اور کسی کو اطلاع نہیں دیجاتی۔ جیسا کہ آیت لا یظھر علے غیبہ الخ کا منشاء ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب کو اسپر اطلاع ہوئی۔ اور آپکی بہت سی پیشگوئیاں جو مصفّا غیب پر مشتمل تھیں۔ وہ صفائی کے ساتھ پوری ہوئیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ آپ منجانب اللہ ہیں۔ و ہو المراد ؂

اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح یہ دل سے نکلا ہے اسی طرح یہ دلوں کے اندر گھر کرے۔ ناظرین اس تڑپ اور خواہش کا پورا پورا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جو مدّتوں سے میرے دل کے اندر جوش زن تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کے متعلق ایک جامع مگر نہایت مختصر اور عام فہم مضمون لکھوں۔ جو تبلیغ کے وقت اکیلا بغیر امداد کے ہاتھ میں دیا جا سکے۔ سو الحمد للہ کہ مجھے خدا تعالٰی نے اسکی توفیق دی۔ اور میری مدت کی خواہش برآئی۔ مگر ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ یہ مضمون انکی ضروریات کیلئے کافی ہوگا۔ بلکہ یہ تو صرف پہلے زینہ کا کام دیگا انشاء اللہ تم اور انکو آگے چلانے کیلئے کسی بڑے ادمی کی ضرورت پیش آئیگی۔ کیونکہ اوّل تو یہ مضمون نہایت ہی مختصر ہے۔ اسلئے ممکن ہے کہ بعض باتیں واضح نہ ہوئی ہوں یا کوئی بات بیان کرنے سے رہگئی ہو جسکے لئے میں اپنی کم مائیگی اور ایک حد تک عدیم الفرصتی کا عذر رکھتا ہوا معذرت کا خواہاں ہوں۔ ہاں ناظرین سے یہ ضرور گذارش کرونگا کہ جن باتوں کے متعلق وہ زیادہ وضاحت چاہیں یا اگر کوئی نئی بات دریافت طلب ہو۔ تو اپنی استعداد کے مطابق خاکسار ہر وقت انشاء اللہ حاضر ہے۔ وہ بلا تکلف اس خاکسار کو یا جماعت کے کسی فرد کو خط کے ذریعہ مطلع فرما دیں جسکے آنے پر انشاء اللہ جواب ارسال کرنے میں تاخیر نہ کیجائیگی مگر خدارا اس معاملہ میں کوتاہی سے کام نہ لیں۔ دنیا چند روزہ ہے اور وقت گذرتا جا رہا ہے۔ پھر رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ پس جہاں انسان دنیا کے کاموں کیلئے اپنا سارا وقت خرچ کرتا ہے وہاں آخرت کا سامان پیدا کرنے کیلئے کچھ تھوڑا سا وقت نکالنا اسپر واجب ہونا چاہیئے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے معاملہ میں سخت بے انصافی سے کام لیا گیا ہے۔ غور تو کیجئے کہ کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی ظلم ہوگا کہ قرآن و حدیث حضرت مرزا صاحب کو سچا ثابت کریں مگر مسلمان کہلانیوالے اور قرآن و حدیث پر ایمان کا دعوٰی رکھنے والے انکار پر کمر بستہ رہیں ہم دعوٰی سے کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر مخالفین کا ایک بھی ایسا

ریویوز

سلسلہ کی نئی تصنیفات

ہمارے پاس بغرض ریویو وہ رسالہ جات و ٹریکٹ پہنچے ہیں۔ جو کہ اس دفعہ کے جلسہ سالانہ پر مختلف اصحاب کی طرف سے شائع کیئے گئے:

احمدی جنتری:- مرتبہ میاں محمد یمین صاحب تاجر کتب قادیان۔ اس جنتری میں علاوہ ان باتوں کے جو ایک مکمل جنتری کے لیئے ازبس ضروری ہیں۔ ایک خاص خصوصیت ہے۔ جسکی وجہ سے اسمیں ایک خاص بات پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ اس کے مختلف صفحات پر سلسلہ کے متعلق نہایت ضروری انفرمیشن یا اطلاع بہم پہنچائی گئی ہے۔ مثلاً کسی صفحہ پر وفات مسیح کے متعلق آیات اور احادیث مع حوالجات درج ہیں۔ اور کسی پر صداقت مسیح موعود کے متعلق۔ جنتری ۴۲ صفحات کی ہے۔ اور قیمت فی نسخہ ۱/ ر ایک روپے میں ۱۶ نسخے:

تصدیق المسیح:- یہ ایک قریباً سو صفحہ کا رسالہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی تصنیف ہے جسے منشی فخر الدین صاحب مالک احمدیہ بک ایجنسی قادیان نے چھپوایا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کے متعلق جسقدر عام طور پر اعتراضات کیئے جاتے ہیں۔ انکا قرآن و حدیث سے جواب دیا گیا ہے۔ اور آخر میں قرآن شریف سے صداقت کے معیار پیش کر کے حضرت صاحب کی سچائی ثابت کی گئی ہے تبلیغی میدان میں یہ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔ قیمت فی نسخہ ۶/ ر ایک روپیہ میں تین نسخے:

النبوۃ فی القرآن:- مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب احمدی پشاوری۔ قریباً نوے صفحہ کا نہایت ہی مفید رسالہ ہے۔ جو مولوی محمد علی صاحب اور دیگر غیر مبائعین کے اہم استدلالات کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ نبی کی تعریف۔ شرائط نبوت از قرآن مجید۔ خصائص نبوت۔ ایک نبی کا دوسرے نبی کے تابع ہونا۔ نبوت پانے کے لیئے نئی کتاب لانا ضروری نہیں۔ خاتم النبیین کی صحیح تفسیر۔ انبیاء کی بعثت کی اصل غرض۔ بعثت انبیاء سنت مستمرہ یا لاتبدیل قانون ہے۔ از روئے قرآن نفس نبوت کا انقطاع نہیں ہوا۔ جبرئیل کا نزول۔ ان امور پر انکے سوا اور بہت سے ضروری امور پر نہایت معقولیت اور متانت سے بحث کیگئی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۶/ ر ملنے کا پتہ:- منشی فخر الدین صاحب مالک احمدیہ بک ایجنسی قادیان